... دی محمد ادریس خانصاحب نجیب آ...

اور سنت رسول ہے، تمہارے ... اور سخندان پڑا کھو اور نقاد بین اور ہون گے،

... صفحے، تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی معمولی ...

مگر یہ ... ... اشتیاق ہوا، اسے

گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری "تلاش حق" جب اردو مین ...

... دوستون نے پڑھا اور ان کے دل مین مذہبی حیثیت سے چند خدشات پیدا ہوئے، انہی کو مولوی ...

"احقاق حق" مین مرتب کیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ جو خدشات اس رسالہ مین پیش ...

آواز دل سے سمجھی جاتی ہی ورنہ منطقی دلیلون اور الفاظ کے گورکھ دھندون مین اصل مفہوم کچھ سے کچھ ہوجاتا ہی،

گلگشت دکن اور سیاحت آصفی } از مولوی محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محل حجم بہ ترتیب ۴۸ و ۲۲ صفحے و قیمت سیاحت آصفی ۴؍ مولف سے فرنگی محل لکھنؤ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

"گلگشت دکن" کا تعلق مولف کے سفر حیدر آباد سے اور سیاحت آصفی کا تعلق حضور نظام کی سیاحت لکھنؤ سے ہی،
ان رسالون کے مولف مولوی محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری ۱۹۳۱ء کے اواخر مین مہینون کیلئے حیدر آباد گئے تھے، ایسی کے
بعد وہان کے حالات و تاثرات کو روزنامہ حقیقت لکھنؤ مین چند قسطون مین شائع کیا، گلگشت دکن انہی مضامین کا مجموعہ ہی جسمین
وہان کے نظام حکومت اور عام تمدنی، معاشرتی تعلیمی اور مذہبی حالات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہین، اور آخر مین "ریاست حیدر آباد
مین ہندؤن کی حالت" کے عنوان سے ریاست کے ہندؤن کے عطایا، جاگیرون اور منصبون وغیرہ کے مفید اعداد و شمار یکجا کئے گئے ہین،
اور رسالہ "سیاحت آصفی" مین حضور نظام کے سفر لکھنؤ کی روداد تاریخ وار مرتب کیگئی ہی جسمین بعض کو انف زیادہ نمایان کرکے دکھائے گئے ہین،

پیام نور از مولوی عبد الوہاب صاحب مکی حجم ۲۰ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلی،
قیمت ۲؍ مولف سے محلہ مسون گرومی محمڈن بلاک بنگلور کے پتہ سے مل سکتی ہے،

مولوی عبد الوہاب صاحب مکی نے جنوبی ہند کے دور دراز خطہ سے مسلمانون کے سامنے ایک مختصر نظم
مین ... مواد فراہم کیا گیا ہے ... پہنچایا ہے، یہ نظم ۲۳ بندون پر مشتمل ہے، جمین چند ایسے امور بیان کئے گئے
... مین دل سے بھلا رہا ہون، اور ... مسلمانون کے موجودہ زوال کا خاتمہ ہوسکتا ہے، نظم شستہ اور روان ہی،

"ض"

... یکم ابرا...

جلد سی ام | ماہ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء | عدد ۳

مضامین

شذرات

الحمدللہ کہ سیرۃ النبی کی چوتھی جلد چھپکر تمام ہوگئی، اور امید ہے کہ وسط ستمبر تک خریدارون کے ہاتھون مین پہنچ جائیگی، اس جلد کا عنوان منصب نبوت ہے، اسمین اولاً نبوت، منصب نبوت، اور آثار و لوازم نبوت پر تفصیلی بحث ہے، پھر ظہور اسلام کے وقت دنیا کی اخلاقی و مذہبی حالت کا تاریخی مرقع ہے، پھر آنحضرت صلعم کے پیغمبرانہ کارنامون پر ایک تبصرہ ہے، اور ان کو عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات کے چار حصون مین تقسیم کرکے عقائد کے بیان کی تشریح شروع ہوتی ہے، اس سلسلہ مین اہل عرب کے غلط عقائد کی تردید، اور اسلامی عقائد کی ایک ایک کرکے تفصیل ہے، پہلے خدا، پھر ملائکہ، کتب الٰہی، انبیاء، جزا و سزا، اور قضا و قدر پر مفصل مباحث ہین، کتاب کی ضخامت تقریباً سات سو صفحون کی ہے،

سیرۃ کے علاوہ اس وقت دار المصنفین مین تین اور کتابین زیر طبع ہین، اور امید ہے کہ چند مہینون مین وہ بھی منظر عام پر آجائین، ایک تو سسلی کی اسلامی تاریخ کی پہلی جلد ہے، جس کی ضخامت چار سو صفحون کی ہوگی، اسمین سسلی کا جغرافیہ، اسکی تاریخ، بحر روم مین اسلامی فتوحات، جزائر پر حملے، سسلی پر قبضہ، اور پھر سسلی کی اسلامی حکومتون کی مفصل تاریخ عروج و زوال ہے، اسکی دوسری جلد مین سسلی کی اسلامی تمدنی و علمی ترقیان اور وہان کے ارباب کمال کی سوانحمریان ہونگی،

دوسری کتاب سیر الصحابہؓ کی وہ جلد ہے جسمین ان چار صحابیون کا حال ہے جنکو خلفائے اربعہ کے بعد امامت و خلافت کے دعوون سے تعلق رہا ہے، اور وہ حسنین علیہما السلام، امیر معاویہؓ، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہین، یہ جلد خصوصیت کیساتھ اہم ہے، کوشش کیگئی ہے کہ اس مین تاریخ اسلام کی ابتدائی پیچیدگیون کو حل کیا جائے،

تیسری کتاب کا نام خیام ہے، یہ حقیقت مین اوزیر معارف کا ایک علمی مقالہ ہے جو دسمبر ۱۹۳۰ء کی اورنٹیل کانفرنس مین پیش کیا گیا تھا، اب اسی کو رباعیات کے مباحث بڑھاکر کتاب بنا دیا گیا ہے، خیال ہے کہ اس کے آخر مین خیام کے چند غیر مطبوعہ رسائل اور اس کے رباعیات کا ایک نیا نسخہ چھاپا جائے،

یورپ کے بعض مستشرقین نے ہمارے علم حدیث پر جو کتابین لکھی ہین، وہ تمامتر ناقص اور غلط فہمیون مین ڈالنے والی ہین، ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص جو دونون طرف سے واقف ہو اس پر قلم اٹھائے، یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی، کہ ڈاکٹر زبیر صدیقی مولوی فاضل ایم اے، پی ایچ ڈی (کلکتہ یونیورسٹی) نے عزم کیا ہے کہ وہ اس موضوع پر انگریزی مین ایک کتاب لکھین، چنانچہ انھون نے اس کیلئے مواد کی فراہمی شروع کردی ہے، اور تین لکچر تیار کرچکے ہین، بقیہ کے لیے کتابون کے مطالعہ مین مصروف ہین، دعا ہے کہ موصوف کو اپنی اس کتاب کی تالیف مین پوری کامیابی نصیب ہو اور وہ علم کی خدمت کیساتھ اسلام کی خدمت بھی انجام دین،

لوگون کو اخبارات سے معلوم ہوا ہوگا کہ رنگون (برما) کے ایک مشنری اسکول سینٹ جبرئیل ہائی اسکول کے میگزین مین اڈیٹر کی طرف سے بطور سوال کے مسلمانون کیلئے ایک حد درجہ دل آزار شذرہ شائع ہوا ہے جسمین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ ارتحال کو نعوذ باللہ شراب پی کر بدست ہوکر گرنے، اور لاش مبارک کو خنزیر کے کھا جانے کا نتیجہ لکھا ہے، (استغفر اللہ) افسوس ہے کہ عیسائیون کے عہد جاہلیت کے خیالات اس علمی و تمدنی کے زمانہ مین بھی باقی ہین، حالانکہ یہ عیسائیون کی حماقت و جہالت کے ان قابل افسوس حصون مین سے ہے، جنکے ذکر پر ہر لکھے پڑھے عیسائی کا سر ندامت سے جھک جاتا ہے، اور جب سے اہل یورپ مین اسلامی تاریخ کے براہ راست مطالعہ کا شوق پیدا ہوا ہے اس قسم کے اکاذیب کا دفتر از خود انھون نے چاک کردیا ہے،

بہرحال اب اصل سوال یہ ہے کہ مخالفین کیطرف سے اس قسم کی شرارتون کا سلسلہ کبتک جاری رہیگا، اور قانون کبتک اس قسم کے شریرون کو موقع دیتا رہیگا، اور مسلمان اپنی نا اتفاقیون کی قوت سے کبتک اس شرارت کو بڑھنے کا موقع دیتے اور قانونی چارہ جوئیون سے بچتے اور شریرون کی معافی کا اعتبار کرتے رہینگے،

مثال کیلئے کسی مدعی کفر کی نہین بلکہ خود ایک مدعی اسلام کی مثال سب سے تازہ ہے، اڈیٹر نگار نے اپنے ملحدانہ مضامین سے بصدق دل توبہ کا اعلان کیا، اور آیندہ مذہبی مضامین کے عدم اشاعت کا شریفانہ وعدہ کیا، اس اعلان اور وعدہ کو اپنے رسالہ مین بار بار چھاپکر شائع کیا، اس پر کچھ مسلمانون نے تحریرًا اور اکثرون نے عملًا اسکو معاف بھی کردیا، مگر پھر بھی وہ "شریف مسلمان" اپنے ملحدانہ مضامین ابتک اسی طرح شائع کرکے اپنے اسلام اور شرافت کا برملا اعلان کررہا ہے، اور ناواقفون مین اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کی بحالی کے لیے دوبارہ کوشان ہے،

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی مجلس تالیف و اشاعت نے جس کا نام اب اردو اکاڈیمی ہے، ایک سال سے نئی سرگرمی ظاہر کی ہے، اس سلسلہ مین اس نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ چوبیس روپے سال دیکر ہر شخص اس مجلس کا رکن ہوسکتا ہے، اور اسکو مجلس اپنی یا دوسرے ادارون کی چھپی ہوئی کتاب ہر سال پیش کیا کریگی، جامعہ مخلص نوجوانون کی کوششون کی جولانگاہ ہے، ضرورت ہے کہ ہر حیثیت سے انکی امداد کیجائے، اور اسطرح ایک ایسی امداد کا طریقہ انکو ہاتھ آتا ہے جس سے آپ ہم خرما و ہم ثواب کے مستحق بنینگے، امید کہ اہل علم اور اہل درد مسلمان اکاڈیمی کے اس اپیل کی طرف توجہ فرمائین گے،

مصر مین مطبع معارف ایک مشہور علمی مطبع ہے، سنہ ۱۸۹۰ء مین چند علم دوست مصریون نے اسکی بنیاد ڈالی تھی، بڑے بڑے مصنفین نے اسکے ہان اپنی کتابین چھپوائین، وزراے تعلیمات نے اسکی ہمیشہ ہمت افزائی کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسوقت مصر کے سب سے بہتر بلکہ سب سے اعلی سب سے خوبصورت اور صحیح چھاپنے والا مطبع بنگیا، گذشتہ سال سنہ ۱۹۳۱ء مین اس نے اپنے کامون کی ایک نہایت صاف و خوبصورت روداد نہایت عمدہ کاغذ پر شائع کی ہے، جسمین جدت یہ کیگئی ہے کہ مطبع کی تاریخ کیساتھ ان مصنفین کے سوانح اور تصویرین دی ہین جنکی تصنیفات ان کے مطبع مین چھپی ہین، مطبع معارف مصر نے اپنی یہ رپورٹ اور مطبوعات کی فہرست مطبع معارف ہند کے نام بھیجی ہے اس مناسبت رسمی کی بنا پر مطبع معارف ہند، مطبع معارف مصر کا شکریہ ادا کرتا ہے،

مقالات

ایمان و عمل

از جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز، ہوم ڈیپارٹمنٹ شملہ

زمانہ ترقی کر رہا ہے اور نہایت برق رفتاری کیساتھ، ظاہر ہے کہ اس تگ و دو اور جہد للبقا مین ایک عملی انسان کے راستہ مین جو روڑے بھی آئین گے وہ انھین ٹھکراتا ہوا آگے بڑھتا چلا جائیگا، سب سے پہلے یورپ نے اپنی مادی ترقی کے راستہ مین مذہب کا پہاڑ دیکھا، جس نے صدیون سے ان کے قوائے علیہ کو معطل و مفلوج بنا رکھا تھا، اعتقادات تین مین ایک اور ایک تین کی گتھی کو کوئی فلسفہ سلجھا نہ سکتا تھا، عملی زندگی مین ترک علائق اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا گال آگے کردینے کے اصول حیات ایک قدم بھی ان کیساتھ نہ چل سکتے تھے، وہ ایک سکنڈ کے لیے رکے، رک کر فیصلہ کیا، اور اپنے مستحکم ارادے کی ایک جنبش سے اس سد راہ کو الگ کرکے رکھدیا اور مستانہ وار اپنی دھن مین آگے بڑھ گئے، ہندوستان مین بھی اس کا احساس پیدا ہو رہا تھا کہ جن طبیعی ذرائع کو مسخر کرکے ہزارون کام لیتے ہین، انھین معبود بناکر کبتک کام چلیگا، یورپ کے فیصلے نے ان کے لیے بھی راہ عمل کھولدی اور چند ہی سالون مین ہندوستان مین مختلف سماجون کے نام سے دنیاے عمل مین حرکت پیدا ہونی شروع ہوگئی، اسلام کی حقیقت سے واقفیت رکھنے والے دل خوش تھے کہ زمانے خود وہ موقع پیدا کردیا ہے کہ اسلام کی حقانیت لوگون پر خود بخود ظاہر ہوجائے اور اسلام کے اس دعوی کی تصدیق ہوجائے کہ واقعی دیگر شریعتین نامکمل اور وقتی تھین، اور زمانہ کی ترقی کے راستہ مین دیگر ادیان کی جب یہ حالت ہوجائے

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے

اس وقت اسلام اور صرف اسلام کو یہ فخر حاصل ہوگا کہ اسے اپنے عجز اور درماندگی کا اعتراف نہین کرنا پڑیگا،

اس لیے کہ مادی ترقی اسی ایک اصول پر ہو رہی ہے کہ مخلوقاتِ عالم مین سب کچھ حضرت انسان کے تابعِ فرمان ہے، اور قرآن کا مدت سے یہ فیصلہ چلا آتا ہے کہ "وسخر لکم مافی السموات والارض جمیعًا" یعنی پستیون اور بلندیون مین جو کچھ ہے سب انسان کے تابعِ فرمان ہے، اور "علم آدم الاسماء کلھا" اور حضرت انسان کو تمام اشیاء کی حقیقت کا علم دیدیا گیا ہے، اس سے بڑھکر ترقی کا اصول ادا کیا ہوگا، دنیا ترقی کرتے کرتے کسی دوسرے جہان مین بھی کیون نہ پہنچ جائے اسلام کا پیش کردہ مطمحِ نگاہ اس سے بھی آگے ہوگا، لیکن افسوس آج مسلمانون کے طرزِ عمل نے اسلام کو بدنام کر دیا، دیگر اقوامِ عالم نے مذہب سے بیزاری اور برات کا نام آزاد خیالی اور وسیع المشربی رکھا، یہ الفاظ بڑے دلفریب اور خوش آیند ہین، ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ نے یہ تو نہ دیکھا کہ انھون نے کس ضرورت سے مجبور ہو کر مذہب کو تیاگ دیا ہے، یہ سمجھنے لگے کہ واقعی آزاد خیالی اور وسیع المشربی انسان کے لیے طرۂ امتیاز ہے، انھون نے بھی اپنے مذہب سے بیزاری شروع کر دی، یہ برات فروعات تک ہی رہتی تو بھی خیر تھی، لیکن تقلیدِ مغرب کے غیر محسوس اثر نے وہ کام کیا کہ انھون نے اصل دین کو بھی خیرباد کہہ دیا، اور جس وقت دنیا چارون طرف سے مایوس ہو کر منتہی ہماتی اسلام کے قریب ہوتی چلی آرہی تھی یہ اسلام سے دور الگ جا کھڑے ہوئے، اسلام مین ایمان یا عقیدہ اصلِ دین ہے، لیکن آزاد خیالی نے یہ قید بھی ناقابلِ برداشت خیال کی، ایکطرف سے آواز آنے لگی کہ

ہے رہنماے خلق عمل جس کے نیک ہون ۔۔۔ کافر ہو وہ عقیدہ مین یا دیندار ہو

بہتر ہے گر عمل سے عقیدہ برا کرے ۔۔۔ ایسے سبق ہمین نہ پڑھایا کرے کوئی

دوسری طرف سے نعرہ بلند ہوا کہ

"ایک نیکو کار مشرک کو محض اسلئے مستوجب سزا کیون قرار دیا جائے کہ اس نے بتون کے آگے گردن جھکائی تھی"

(نیاز فتحپوری)

یہ اخلاقی تعلیم جسکا ملخص یہ ہے کہ نجات کے لیے ایمان کی کوئی ضرورت نہین بلکہ محض "حسنِ عمل" ہی کافی ہے، بظاہر بڑی دلفریب تھی، قرآن سے ناواقف مسلمانون پر اپنا اثر کر گئی، اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان "مسلم برہمو سماجیون" کی ایک اچھی خاصی جماعت پیدا ہو گئی ہے، ان آزاد خیال حضرات مین سے کچھ لوگ تو اس ذہنیت کے ہین

کہ اگر ان سے کہا جائے کہ یہ خیال قرآنی تعلیم کے یکسر منافی ہے تو وہ صاف کہدیتے ہین کہ اگر قرآن ایسی ہی تنگ نظری کی تعلیم دیتا ہے تو ہمین اسکی ضرورت نہین، "ہمارے نزدیک تو مذہب نام ہے معقولیت پسندی کا اور جو چیز ہماری عقل کی کسوٹی پر پوری نہین اترتی ہم اسے ماننے کے لیے تیار نہین، گویا وہ چاہتے ہین کہ قرآن کو انکی انفرادی عقل یا ان لوگون کی عقل کیجو ان کے ہم خیال ہون تابع ہونا چاہئے،

مگر ظاہر ہے کہ انفرادی طور پر ہر شخص کی عقل عمر کے مختلف منازل مین یکسان نہین رہتی، اور اجتماعی طور پر ہر زمانے مین بھی عقل کا معیار ایک نہین ہوتا بدلتا رہتا ہے، اسلئے اس کے دوسرے معنی یہ ہین کہ قرآنی حقائق بھی اسی طرح تغیر پذیر ہوتے رہین جیسے جیسے ان کی عقل مین کمی بیشی ہوتی رہی،

لیکن ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اس ضرورت کو تسلیم کرتی ہے کہ دین کے معاملہ مین کسی صحیح نتیجے پر پہنچنے کیلئے قرآنی احکام ہر حال مین ہمارے لئے واجب التسلیم ہونے چاہئین لیکن پھر بھی مذکورہ بالا عقیدہ کی بھی پرزور وکالت و تائید کرتی ہے، اول الذکر جماعت کے لیے جو محض عقل کے معیار پر اس مسئلہ پر بحث کرنا چاہتی ہے، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، معارف کے صفحات مین سید سلیمان صاحب کا ایک بصیرت نواز مقالہ شائع ہو چکا ہے، ادھر مولنا عبد الماجد صاحب نے اپنے مخصوص فلسفیانہ انداز مین ضرورتِ ایمان پر ایک مبسوط مضمون سپرد قلم فرمایا، جو سچ مین شائع ہو چکا ہے، لیکن حیرت ہے کہ مؤخر الذکر طبقہ کے اکثر احباب اس غلط فہمی مین مبتلا ہین کہ قرآن کریم بصراحت اس عقیدہ کو باطل نہین ٹھہراتا، ذیل کی چند سطور مین یہ دکھانے کی کوشش کیجائیگی کہ قرآن کریم کا اس ضمن مین صریح اور واضح فیصلہ کیا ہے، اور مقصد اس سے یہ ہے کہ جو لوگ فی الواقع قرآنی تعلیم کو غلط سمجھے ہوئے ہین، انکی غلطی کا ازالہ ہو جائے اور جو لوگ دیدہ و دانستہ قرآن کی آڑ مین لوگون مین یہ باطل عقیدہ پھیلانا چاہتے ہین، لوگون پر انکی حقیقت واضح ہو جائے،

عشق آور دخلیل اللہ ز آذر چہ عجب ۔۔۔ یا صمد گوے شود گر صنم از تیشۂ ما

قرآن حکیم مین بعض احکام مجمل طور پر بیان ہوے ہین جنکی صراحت کے لیے قرآن ہی کے دیگر مقامات یا اسوۂ نبی اکرم صلعم کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، لیکن اکثر حقائق ایسے واضح اور کھلے ہین کہ ان مین کسی تاویل

کی گنجائش نہیں، ایمان و عمل، قرآن کا مخصوص مضمون ہے، اور مین تو کہونگا کہ اگر قرآن کو اس نقطۂ خیال سے ایک دفعہ پڑھ لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ جو پیغام قرآن کی وساطت سے اہل عالم کو بھیجا گیا ہے، وہ محض ایمان و عمل ہے، اور اسی ایک چیز کی اشاعت کے لیے اسلام کا وجود دنیا مین آیا ہے، قرآن کریم مین جس کثرت سے اٰمنوا اور اعملوا کا حکم آیا ہے، شاید ہی کہین اور ملے ان مین کوئی مقام ایسا نہین ملیگا جسمین اعملوا کا حکم ہو اور اس سے قبل اٰمنوا کی تاکید نہ ہو، یا جہان انعامات خداوندی کا ذکر ہو، دین و دنیا مین فلاح و بہبودی سرخروئی و کامرانی کا وعدہ ہو، اور اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے دونون ٹکڑے عاطف و معطوف نہ ہون، کوئی ایسی جگہ نہین ملیگی جہان صرف عملوا الصلحت کو نتائج حسنہ مرتب ہونیکا ذریعہ قرار دیا ہو، یہ ہے تاکید عملوا الصلحٰت کے ساتھ ایمان کی اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے بنیادی چیز ہی اصل ایمان کو قرار دیا ہے نہ کہ اخلاق کو، اور جن لوگون کا نظریۂ اخلاقی تعلیم ہے وہ قرآن کے بنیادی اصول کے بالکل برعکس جاتے ہین،

اب یہ دیکھنا ہے کہ اعمال بلا ایمان کی حقیقت قرآنی زاویۂ نگاہ سے کیا ہے، بظاہر یہ اصول بڑا خوش آیند معقول اور دلفریب معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص سے جب نیک اعمال سرزد ہوتے ہین تو اُسے ان اعمال کی جزا کیون نہ ملے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قرآن ان اعمال کو کچھ وقعت بھی دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک انکی کچھ اصلیت اور حقیقت بھی ہے،

(۱) ارشاد ہوتا ہے،

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد
اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف ط
لا یقدرون مما کسبوا علی شیئ
ذالک ھو الضلٰل البعید (سورۂ ابراہیم ۱۸)

جو لوگ اللہ پر ایمان نہین رکھتے انکی مثال یون سمجھو کہ
انکے اعمال راکھ کیطرح مین جبکہ کسی طوفان کے روز تند و تیز
ہوا چلے، انکو اپنے اعمال پر کچھ بھی مقدرت حاصل نہ ہوگی
اور یہ انکی سخت گمراہی ہے،

(۲) دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ تفصیل کیساتھ مذکور ہے،

والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ
یحسبہ الظمان ماء حتی اذا جاءہ لم
یجدہ شیئا و وجد اللہ عندہ فوفٰہ
حسابہ، واللہ سریع الحساب، او کظلمٰت
فی بحر لجی یغشٰہ موج من فوقہ موج
من فوقہ سحاب ظلمٰت بعضھا فوق
بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا
ومن لم . . . . . . (سورۂ نور ۳۹-۴۰)

جو لوگ ایمان نہین رکھتے انکے اعمال ایک صحرا مین سراب
کیطرح مین جسے ایک پیاسا پانی سمجھتا ہو (اور اسکی طرف
جاتا ہو لیکن) جب اسکے پاس جاتا ہو تو وہان کوئی (اصل
چیز اسے نظر نہین آتی (البتہ) اللہ تعالیٰ اسے وہان نظر آتے
اور وہ اُسے اسکا حساب پورا پورا دیتا ہے، کیونکہ وہ بہت جلد
سریع الحساب ہے، یا (انکے اعمال) ایک بحر ذخار مین گھٹا ٹوپ
اندھیرے کی طرح ہین جہان موج پر موج متلاطم ہو اور
ان کے اوپر بادل تو بر تو ظلمات اور اندھیرا، جب وہ اپنا ہاتھ
باہر نکالے تو سجھائی نہ دے (اور حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ [illegible]

خدارا بتائیے اس سے زیادہ ان کے اعمال کی بے مائگی اور عدم حقیقت کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے، اور اس سے زیادہ واضح طریق بیان انکی خود فریبی ظاہر کرنے کا اور کیا ہو سکتا ہے، ان آیات کی موجودگی مین ایمان کے بغیر اعمال کو کوئی اہمیت دینا یا انہین وقیع اور حقیقی خیال کرنا کبھی قرآنی تعلیم کے مطابق ہو سکتا ہے،

یہ تو ہوا کہ ان کے اعمال کی حقیقت کچھ نہین، اب یہ دیکھئے کہ ان کے اعمال حسنہ، غارت کس طرح ہو جاتے ہین جسے ہم انگریزی مین کہین گے (TOBECOMENULL)

(۳) سورۂ آل عمران کی ۲۰-۲۱ آیات مین مذکور ہے :-

ان الذین یکفرون ایات اللہ . . . .
اولئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا
والاٰخرۃ وما لھم من نصرین ،

جو حق بارئتعالیٰ پر ایمان نہین لاتے . . . . یہ وہ لوگ ہین
جنکے اعمال اکارت گئے، دنیا اور آخرت مین، اور اُن کا
کوئی مددگار نہین،

یہ لوگ عام طور پر کہا کرتے ہین کہ آخرت مین جب تمام نیک و بد اعمال کا موازنہ ہوگا، تو جس شخص کے ایمان کے

بغیر اعمال حسنہ ہونگے، ان اعمال کا بھی تو موازنہ ہوگا، اور ان کا عروۃ الوثقیٰ یہ آیت ہوتی ہے کہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ، کہ جس نے ذرہ بھر بھی نیکی یا بدی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لیگا، یہ حکم بالکل برحق ہے، لیکن غور طلب امر یہ ہے، کہ جس چیز کو آپ عمل خیر قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے وجود کو بھی تسلیم کرتا ہے یا نہیں، پہلی دو آیات میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ ان اعمال کو راکھ یا سراب قرار دیکر واضح کر دیا ہے کہ انکی حقیقت ہی کچھ نہیں جب انکی حقیقت ہی مسلم نہیں تو ان کا موازنہ کیسا، جب اعمال غارت ہی ہو گئے تو ان کا صلہ کہاں سے لازم آئیگا، اس حقیقت کو دوسری جگہ زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے، اور یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ان اعمال کے لیے میزان ہی قائم نہ ہوگی، ملاحظہ فرمائیے،

۴- قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً .... عنھا حولاً، (کہف ۱۰۷-۱۰۳)

اے رسول (اکرم صلعم) انسے کہئے کہ آؤ تمہیں ان لوگوں کی خبر دیں جو اپنے اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ نقصان میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنکی مساعی ہی دنیا میں نا مشکور ہوئیں اور انکا یہ گمان (بزعم خود) سمجھتے تھے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحی اور اسکے حضور میں حاضر ہونے پر ایمان نہیں رکھتے، پس انکے اعمال غارت ہو لئے، اور قیامت کے دن انکے لیے میزان تک کھڑی نہیں کیجائیگی، ان کی سزا جہنم ہوگی، کیونکہ وہ ہماری وحی پر ایمان نہیں رکھتے تھے، اور وحی اور ہمارے رسولوں پر استہزاء کرتے تھے (لیکن) جو لوگ ایمان لائے اور (اسکے بعد) عمل صالح کئے انکے لیے فردوس بریں تیار ہے وہ اسمیں رہینگے اور وہاں سے نکلنے کی کبھی خواہش نہ کرینگے،

کیا اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے،

اور دیکھئے، عام طور پر ایمان نہ رکھنے والوں کے "اعمال حسنہ" جو ہماری آنکھوں کو خیرہ کئے دیتے ہیں انکی خیرات ہوتی ہے وہ مال خرچ کرتے ہیں، سبیلیں لگاتے ہیں، مویشیوں کے پانی پینے کیلئے نل لگاتے ہیں، اور کئی قسم کے خیراتی فنڈوں میں روپیہ دیتے ہیں، یا اپنے طریق پر معابد میں بھی جاتے ہیں، یہ وہ اعمال ہیں جنکے لیے کہا جاتا ہے کہ کوئی وجہ نہیں کہ یہ رائگان جائیں، آئیے دیکھیں قرآن شریف اس بارہ میں کیا حکم دیتا ہے،

۵- یا ایھا الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الاخر .... قوم الکفرین، (بقرہ ۲۶۴)

اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان و ایذا رسانی سے رائگان نہ کرو اس شخص کی طرح جو محض دکھاوے کیلئے اپنا مال خرچ کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، اسکی مثال ایک ایسی ہموار چٹان کی سی ہے جس پر کچھ مٹی پڑی ہو جب اس پر زور کی بارش ہو تو وہ مٹی بہا کر لیجائے اور چٹان صاف کی صاف دھری رہجائے، انکو اپنے اعمال سے کچھ فائدہ نہیں پہنچیگا اور اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا،

اس کے بعد صاحب ایمان کے انفاق فی سبیل اللہ کی مثال دی ہے کہ اس کا مال صرف کرنا گویا ایک باغ پر بلند سطح زمین پر جسپر اگر زور کی بارش ہو تو دگنا پھل لاتا ہے، لیکن اگر زور کی بارش نہ بھی ہو اور ہلکا سا ترشح ہی ہو جائے تو وہ بھی کافی ہوتا ہے اور تو اور حاجیوں کو پانی پلانا اور خانہ کعبہ کی محافظت اور خدمت جیسے اعمال حسنہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے،

۶- اجعلتم سقایۃ الحاج .... قوم الظلمین، (برأت ۱۹)

کیا تم خیال کرتے ہو کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور خانہ کعبہ کی خدمت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے اور اسکے راستے میں جدوجہد کرنے کے برابر ہے، ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ قطعی برابر نہیں ہیں، اور اللہ زیادتی کرنیوالوں کو ہدایت نہیں دیتا،

الذین امنوا ....

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہجرت کی اور مال و جان سے

فائزون ، (براءت نمبر ۲۰)

اسکے راستہ میں جہاد کیا، اللہ کے نزدیک انکے نہایت بلند درجے ہیں، اور یہی لوگ حقیقی معنوں میں فائز المرام ہیں،

دیکھ لیجئے اعمال بلا ایمان اور بالایمان کا تقابل و توازن، یہ تو تھوڑی سی خیرات کا ذکر ہے، دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے،

۷- ان الذین کفروا لو ان لھم ما فی الارض جمیعا و مثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیمۃ ما تقبل منھم ولھم عذاب الیم ، (مائدہ ۳۶)	جو لوگ ایمان نہیں رکھتے اگر انکے پاس جو کچھ زمین میں ہو وہ سب کا سب اور اتنا ہی اور ہو تا کہ عذاب قیامت کا فدیہ ہو جائے، کبھی قبول نہیں کیا جائیگا، عذاب اور دردناک عذاب تو ان کو مل کر ہی رہیگا،

یہ تو ان لوگون کا ذکر ہے جو ایمان لائے ہی نہیں، ان لوگون کا حال سنیے جو ایک وقت میں ایمان لائے اعمال صالحہ کئے، لیکن بعد میں اس ایمان سے پھر گئے، ان کے متعلق حکم ہوتا ہے،

۸- ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم . . . . خالدون ، (بقرہ ۲۱۷)	اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور اس حالت میں مرجائے کہ وہ ایمان نہ لایا ہو، پس اسکے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں رائگان گئے، وہ جہنم میں جائیگا، او وہین رہیگا،

ان سے زیادہ روشن، صریح اور واضح نصوص قرآنی اور کیا ہو سکتی ہیں،

ایک مسلمان کے لیے قرآنی حکم کے بعد کسی مزید سند کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن چونکہ یہ تقاضائے بشریت ہے کہ کوئی حکم اگر معقول طور پر بھی سمجھ میں آجائے تو مزید تقویت ایمانی کا باعث ہوتا ہے، اس لیے میں یہان مختصراً یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہون کہ قرآن نے جو اعمال بلا ایمان کی کچھ قدر و قیمت مقرر نہیں کی اور ایمان جانے کیساتھ ہی تمام اعمال کو بے معنی اور رائگان قرار دیا ہے، جو صاحب عمل کے لیے کسی صورت میں

بھی نفع رسان نہیں ہو سکتے، یہ کوئی تنگ نظری نہیں ہے بلکہ دنیائے عمل میں روز یہی کچھ ہوتا ہے، اور ہر جگہ نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے، آج قہرمانیت اور استبداد کا دور نہیں، دنیا کے قریب قریب ہر گوشہ میں مہذب حکومتیں قائم ہیں، قانون اور معدلت گستری ان کا اساس ہے کسی سے حکومت یا بادشاہ وقت کا بے معنی رعب منوانا مقصود نہیں ہوتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کو حکومت تسلیم کرانا کس قدر ضروری سمجھا جاتا ہے، ایک شخص نہایت پرامن زندگی بسر کرتا ہے، تمام حقوق شہریت جو اس پر عائد ہوتے ہیں بحسن و خوبی ادا کرتا ہے، ساری عمر میں کوئی کام خلاف قانون اس سے سرزد نہیں ہوتا، کبھی کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوتا، خیرات کرتا ہے، غریبوں اور یتیمون کی پرورش کرتا ہے، کسی کو ستاتا نہیں، غرضیکہ "اخلاق حسنہ" کا مکمل نمونہ ہے، لیکن کبھی حکومت کو یہ شک گذرتا ہے کہ حکومت یا بادشاہ کے خلاف اس کے دل میں جذبۂ منافرت ہے (اس حکومت کو حکومت تسلیم نہ کرنا یا اسکی بجائے کسی اور حکومت یا بادشاہت کو برسر اقتدار دیکھنے کی خواہش کرنا تو بہت بڑی بات ہے) قرائن سے حکومت کو پتہ مل جاتا ہے کہ یہ درست ہے، تو اس حکومت کے قانون کے رو سے سب سے زیادہ سنگین سزا اگر کسی کو مل سکتی ہے تو اس کا مستوجب یہ پرامن انسان ہوگا، تختۂ دار پر لٹکا دیا جائیگا، عبور دریائے شور کر دیا جائیگا، جیل خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھریون میں بند کر دیا جائیگا، جائداد ضبط کر لیجائیگی، اور جو اس کا ہم خیال ہوگا، یا جس سے ہمدردی کا اظہار کریگا وہ بھی مجرمون کے کٹہرے میں کھڑا نظر آئیگا، اور یہ حقیقت کہ اُسنے اپنی تمام عمر میں جس قدر نیک اعمال سرانجام دیئے ہیں، ذرہ بھر بھی اس کے لیے سفارش نہ کرینگے، دنیا کی مہذب سے مہذب حکومت اسے جائز، جائز ہی نہیں ضروری بلکہ اشد ضروری سمجھتی ہے، اور کوئی شخص اسے تنگ نظری قرار نہیں دیتا، اس کے اعمال حسنہ کی کوئی قیمت نہیں پڑتی اور کوئی اسے "غضب" نہیں سمجھتا، اور تو اور جو لوگ انقلاب برپا کر کے کسی نظام حکومت کو پلٹ کے رکھدیتے ہیں، جب خود ان کی حکومت آتی ہے تو وہان بھی یہ قانون موجود ہوتا ہے، اور دنیا کی تاریخ ایسی ایک نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، جہان حکومت وقت کے یہان ایسا قانون موجود نہ ہو، اور اُسے ضروری قرار نہ دیا گیا ہو، بڑے سے بڑے عادل، نرم دل، رعایا پرور،

حکومت کو خلق اللہ کی خدمت سمجھنے والے بادشاہوں کے یہاں بھی یہ قانون موجود رہا ہے، اور آج بھی موجود ہے، کیا یہ وہی چیز نہیں جسے مذہب کی زبان میں ایمان کہا گیا ہے، دنیاوی حکومتیں چھوٹے چھوٹے قطعاتِ ارض پر ہوتی ہیں لیکن اس تمام نظامِ عالم کو قائم رکھنے کے لیے ایک بڑی حکومت کی ضرورت ہے، اور وہ حکومت اس احکم الحاکمین کی ہے، ہر چند اس حاکمِ اعلیٰ کا مقصد یہ نہیں کہ لوگ اسکے رعب کو مانیں یا وہ (خاکم بدہن) جور و استبداد سے اپنی حکومت کو محض نشۂ حکومت کی غرض سے منوائے، کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ اگر تمام روئے زمین کی مخلوق اسکی حکومت کی قائل ہو جائے تو اسکی شانِ کبریائی میں ایک ذرہ بھر کا بھی اضافہ نہیں ہوگا،

اسی لئے حکم ہوتا ہے،

یمنون علیک ان اسلموا . . . . یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان ہونے سے تم انکے زیر بار احسان ہوا نسے

. . . کہدیجئے کہ تمہارے اسلام سے مجھ پر کوئی احسان نہیں ہوتا

. . . . بلکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ کا احسان تمہاری گردنوں پر ہے کہ

صادقین (حجرات ۔) جس نے تمہیں ایمان ہدایت کا راستہ دکھایا، اگر تم سچے ہو،

اور اگر سب لوگ اس سے منکر ہو جائیں تو اسکی حکومت میں ایک شمہ بھر کی کمی نہیں آسکتی لیکن چونکہ وہ رؤف بالعباد ہے اور دنیا کا نظام اسکی فطرت و معدلت پر قائم رکھنا ضروری ہے اس لیے وہ ایک رعایا پرور بادشاہ کی طرح اس نظام حکومت کا استحکام و بقا ضروری سمجھتا ہے، لہٰذا جو شخص اسکی حدودِ سلطنت میں ہے، اس پر اسکی حکومت کا وجود تسلیم کرنا ضروری ہے، اور جو اس کے خلاف جائے اسکو سخت سے سخت سزا دینا نہ صرف جائز بلکہ برامن رعایا کی فلاح و بہبودی کے لیے از بس ناگزیر یہی چیز ہے جسے کفر کہا گیا ہے، اور یہی وہ جرم ہے جس کے مرتکب کا کوئی عمل اسکی سفارش نہیں کر سکتا، اور نہ اسکی کوئی قدر و قیمت حکومت کی میزان میں ہو سکتی ہے،

اس مثال میں ایک نمایاں فرق ذہن نشین کر لینا نہایت ضروری ہے، دنیوی حکومتیں اگر حکومت کے دشمنوں کو قابلِ دار سمجھتی ہیں تو ہر چند ایک عادل حکومت کے پیشِ نظر مقصد تحفظ امنِ عامہ ہوتا ہے، لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک حد تک خود حکومت کے استحکام و بقا کا راز بھی اسمیں پوشیدہ ہوتا ہے، اور دوسری طرف حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے والے اگرچہ حکومت کے منعم علیہ ضرور ہوتے ہیں لیکن اسمیں حکومت کی اپنی غرض بھی مضمر ہوتی ہے کہ اسکی طرفدار جماعت بڑھے اور کسی زبردست طاقت کے مقابلہ کے وقت تقویت کا باعث ہو، لیکن برعکس اسکے اس احکم الحاکمین کی کوئی اپنی غرض اس میں وابستہ نہیں ہوتی، نہ کفار کی سرزنش میں اور نہ مومنین کے انعام میں، کیونکہ وہ ذات غرض و احتیاج سے بلند و بالاتر ہے، اور چونکہ اسکو کسی زبردست کے حملہ کا خطرہ بھی نہیں لہٰذا اس کے اندفاع کے لئے اپنی طرفدار جماعت بڑھانے کی فکر ہے، اور نہ استحکام حکومت کے لئے کسی فتنہ پرداز کی تخریب کی ضرورت، اس کے احکام محض مخلوق کی پرورش و تحفظ کے لئے ہیں ورنہ اس کی ذات تو غنی حمید ہے،

دنیوی حکومتیں تو اس کا اس قدر اہتمام کرتی ہیں کہ جس شخص کو انتظامِ حکومت کے حل و عقد میں تھوڑا سا بھی دخل ہوتا ہے اس سے پہلے حلفِ وفاداری لیا جاتا ہے، اور تو اور جس شخص کو وائسرائے ہند مقرر کر کے بھیجا جاتا ہے ظاہر ہے کہ اسکی وفاداری پر کسے شبہہ ہو سکتا ہے کیونکہ جب تک اسپر کامل اعتماد نہ ہو نائب السلطنت جیسا ذمہ دار عہدہ کس طرح تفویض کر دیا جائے، لیکن ساحلِ بمبئی پر اتر کر سب سے پہلا کام جو اسے کرنا پڑتا ہے، وہ یہی "تجدید ایمان" ہے، اور جب تک وہ حلف وفاداری نہ لے لے، وائسرائے نہیں کہلا سکتا، اگرچہ بہت سی صورتوں میں یہ حلف اب بطور ایک رسم (FORMALITY) کے ادا کیجاتی ہے، لیکن اسمیں حلف لینے والوں کا قصور ہے، کیونکہ جو شخص جانتا ہو کہ زبان سے وہی کچھ کہنا چاہیئے جو دل میں ہو وہ اس حقیقت سے آشنا ہے کہ اس رسم کی اصلیت وہی اقرار باللسان و تصدیق بالقلب ہے،

عزت و وقار کی زندگی کیا ہے؟ اس کا جواب انسانوں کے قائم کردہ معیار کے مطابق کچھ ہی دیا جائے اسمیں کچھ نہ کچھ جنبہ داری کی جھلک ضرور آجائیگی، قرآن چونکہ کسی انسان کا پیغام نہیں اس لیے وہ رنگ و نسل کے امتیازات، جغرافیائی حدود اور تاریخی قیود سے بلند و بالا ہے، اس نے اس سوال کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم یعنی تم میں سے سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک قابلِ عزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، سارا قرآن اس ایک اصول کی تائید کرتا چلا جاتا ہے کہ دنیوی عزت و تکریم اور اخروی فلاح و نجات کا معیار تقوی اور صرف تقوی ہے، متقی کی زندگی قرآن نے دنیا و آخرت میں بطور ایک (IDEAL LIFE) کے پیش کی ہے چونکہ تقوی کو اس قدر اہمیت دیگئی ہے، اس لیے جب ہم قرآن کریم کو کھولتے ہیں تو سب سے پہلے جس بات کا ذکر ہے وہ متقی کی تعریف ہے، متقی کون ہے، اس کا جواب قرآن یہ دیتا ہے،

۷۔ الم۔ ذلک الکتاب لاریب	اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں، اور یہ ہدایت ہے متقیون کے
فیہ	لئے کون لوگ، جو ایمان لاتے ہیں غیب پر، نماز قائم کرتے ہیں اور جو
. . . .	کچھ اللہ نے انہیں دیا ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں، وہ لوگ جو
. . . .	ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو تم پر نازل کیگئی اور نیز ان تمام
. . . .	صحف اولی پر جو تم سے پہلے نازل کیے گئے اور آخرت پر انکا
. . . . المفلحون (بقرۂ ۵-۲)	یقین ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور یہی لوگ فائز المرام،

دیکھ لیجئے بدنی اور مالی عبادات یعنی اعمال صالحہ سے پہلے اور پیچھے ایمان کی شرط عائد ہو رہی ہے، یعنی ایمان اور عمل دونوں کے مجموعہ کا نام تقوی ہے جو معیار ہے قرآن کے نزدیک نجات فی الدارین کا، صرف اعمال کا کہیں ذکر نہیں،

ایک اعتراض اور کیا جاتا ہے، یعنی اعمال کیساتھ ایمان کی ضرورت بھی تسلیم کرلیجائے تو یہ کہاں سے لازم آتا ہے کہ جس شکل کا ایمان قرآن نے متعین کیا ہے اسی طرح کا ایمان سب لوگ لائیں، خدا کا تخیل جداگانہ ہے، اسے خاص حدود میں مقید کیوں کیا جائے، اس ضمن میں یہ بھی کہا جایا کرتا ہے کہ خدا پر ایمان تو ضروری ہے تو یہی سہی لیکن پھر قرآن اور نبی اکرم صلعم پر ایمان کیوں ضرور ہے، ایک شخص یہودی رہتے ہوئے، دوسرا شخص عیسائی رہتے ہوئے بھی نجات کا مستحق ہو سکتا ہے، اور اپنے اس دعویٰ کے دلیل میں وہ لوگ قرآن کی یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں،

۸۔ ان الذین امنوا والذین ھادوا	یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہیں یا نصاریٰ
والنصٰری والصابئین	یا صابئین ہیں جو بھی (ان میں سے) اللہ اور آخرت پر ایمان
. . . .	رکھتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے، انکا اجر انکے اللہ سے ملیگا، انکے
یحزنون۔ (بقرہ ۶۲)	لیے کوئی خوف و حزن نہیں ہوگا،

بظاہر یہ چیز بھی بڑی خوش آیند معلوم ہوتی ہے، لیکن آیئے ہم دیکھیں کہ قرآن کے زاویۂ نگاہ سے اسکا مطلب کیا ہے، قرآن فہم احباب سے یہ پوشیدہ نہیں کہ قرآن کا یہ مخصوص اسلوب بیان ہے کہ ایک چیز کو ایک جگہ واضح اور بین طور پر بیان کرتا ہے اور اس کے بعد جہاں جہاں بھی اس کے حوالہ کی ضرورت پڑتی ہے اجمالی طور پر اسکا ذکر کرتا چلا جاتا ہے، آیت مندرجہ بالا میں یہود، نصاریٰ اور صابئین کے ساتھ ایمان کی شرط عائد کیگئی ہے، اور ایمان کا ذکر یہاں مجمل طور پر کیا گیا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ قرآن نے اسکی تفصیل کس طرح بیان کی ہے، اسی سورہ بقر میں اس کا ذکر موجود ہے اور لطف یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جو اوپر لکھا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

۹۔ وقالوا کونوا ھودًا او نصٰری تھتدوا	یہ کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی تم سیدھے راستے پر ہو گے تم کہو
. . . .	کہ نہیں بلکہ (سیدھا راستہ) ملت ابراہیم حنیف کا ہے، اور ہم مشرکین
. . . .	میں نہیں، کہتے ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور جو ہم پر نازل ہوا ہے
. . . .	اور جو ابراہیم اسمٰعیل اسحق یعقوب اور انکی نسل کے انبیا پر نازل
. . . .	ہوا ہے، اور جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور تمام انبیائے کرام کو اللہ
. . . .	کی طرف سے، ہم کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے اور ہم مسلمان
. . . . سمیع علیم،	ہیں، پس اگر یہ لوگ ایمان لائیں جیسا کہ تم ایمان لائے ہو پھر
(بقرہ ۱۳۵-۲۷-۵)	یہ راہ ہدایت پر ہونگے، اور اگر پھر جائیں تو یہ علیحدہ ہوگئے بس انکے

[illegible] والا ہے،

یہ ہے تفصیل اس اجمال کی جو پہلی آیت (بقرہ ع۶۲) مین مذکور ہے۔ اور ایمان کے لیے یہ شرط ہے کہ اسی قسم کا ہو جس قسم کا نبی اکرم صلعم اور ان کے متبعین ایمان رکھتے ہین۔ اب اس آیت کے معنی واضح ہوگئے کہ چاہے یہود و نصاری ہون صابئین ہون، جو بھی قرآن کے مطابق ایمان لے آئینگے اور اعمال صالحہ کرینگے اس کا اجر اللہ سے ضرور ملیگا۔ اجر کے لیے ایمان اور ایمان بھی قرآن کے مطابق ایمان کی شرط عائد کر دی، دوسری جگہ ذکر ہے

۱۰- اٰمن الرسول	اسکا ایمان ہے اس چیز پر جو اللہ نے اسپر (نبی اکرم صلعم)
. . . . . . کل اٰمن باللہ و	پر نازل کی ہے، اور (متبعین) تمام ایمان رکھتے ہین اللہ
ملٰئکتہ وکتبہ و رسلہ . .	پر ملائکہ پر، اسکی کتابون پر اور اس کے رسولون پر اور
. . . . رسلہ (بقرہ ع۲۸۵)	ان مین کسی ایک مین بھی فرق نہین کرتے،

ظاہر ہے رسل اور کتب مین جب تک نبی اکرم صلعم اور قرآن کریم شامل نہ ہو، ایمان کمل نہین ہو سکتا، سورۂ اعراف مین حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے ہین، کہ "یا اللہ ہم پر اس دنیا مین اور آخرت مین بھلائی کا حکم کر دے"؛ جواب ملتا ہے:-

۱۱- قال عذابی اصیب بہ من	ہمارا عذاب جسے ہم چاہین اسے ملیگا (اور) ہماری رحمت
یشاء، ورحمتی وسعت کل شئ	تمام چیزون پر حاوی ہے لیکن (بالخصوص) ہمنے ان لوگون
. . . .	کے لیے اسکا حکم کر دیا ہے کہ جو متقی ہین، زکوۃ دیتے ہین اور ہماری
. . . .	وحی پر ایمان رکھتے ہین، وہ لوگ جو اتباع کرینگے نبی امی (صلعم)
. . . .	کا جنکو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل مین لکھا ہوا پاتے
. . . .	ہین، جو انھین حکم دیگا بھلائی کا اور منع کریگا برائی سے، اور
. . . ھم المفلحون،	پاکیزہ چیزین انپر حلال کریگا، اور نجس اشیاء حرام، اور ان سے
(اعراف ۔ ۷ع ۱۵۶)	بوجھ اور طوق سلاسل دور کر دیگا پس جو لوگ اسپر ایمان لائین گے،

کیا نبی اکرم صلعم اور قرآن کریم پر ایمان لانے کے لیے اس سے زیادہ روشن اور واضح دلیل کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے، یہ اسلیے ضروری ہے کہ جس قسم کا خدا پر ایمان قرآن نے پیش کیا ہے، اس قسم کا پاکیزہ اور مکمل خدا کا تصور کسی اور جگہ نہین ملتا، خدا پر ایمان لانے کے یہ معنی ہین کہ اسے ایک ایسی واجب الوجود مکمل ہستی مانا جائے جو تمام صفاتِ حسنہ کی جامع بھی ہو، اور سرچشمہ بھی، اسمین کسی نقص کا احتمال نہ ہو، اس قسم کا خدا صرف قرآن کا بتلایا ہوا خدا ہی ہے، تو قرآن پر صحیح ایمان کے لیے یہ لازمی ہے کہ جس کی وساطت سے انسانون تک خدا کا کلام پہنچا ہے، اسے اصدق القول مانا جائے ورنہ اگر اسکی صداقت مین شبہ ہو گیا تو قرآن پر ایمان کس طرح آئیگا اور قرآن کے بغیر خدا کا صحیح تصور کس طرح پیدا ہوگا،

نبی اکرم صلعم پر ایمان لانا تو ایک طرف انکی تعظیم و تکریم کے لیے قرآن مین یہ حکم موجود ہے،

۱۲- یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم	اے ایمان والو نبی صلعم کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو، اور جس طرح آپس مین
فوق صوت النبی	زور زور سے باتین کرتے ہو، اس طرح ان سے باتین نہ کرو، ورنہ ایسا کرنے
. . . تشعرون (حجرات ۔ ۲)	سے تمھارے اعمال رائگان چلے جائینگے اور تمھین اسکا علم بھی نہ ہوگا،

وہی ضبط اعمال ہے جو ہم حوالہ نمبر ۳ اور نمبر ۴ مین دیکھ آئے ہین، اسی طرح سے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے روسے رسول کی اطاعت فرض قرار دیگئی ہے، دوسری جگہ حکم ہے،

۱۳- ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ	جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے، اللہ اسے
جنت تجری من تحتھا الانھر	جنت مین داخل کریگا جس کے نیچے نہرین جاری ہین
. . . .	وہ اس مین رہین گے، اور یہ فوز عظیم ہے، (لیکن)
. . . .	جو اللہ اور اُسکے رسول کی نافرمانی کریگا اور اسکی حدود
. . . .	سے تجاوز کریگا وہ جہنم مین بھیجدیا جائیگا اور اسکے لیے
. . . عذاب المھین (النساء ۲۔۱۳)	ذلت آمیز عذاب ہوگا،

(باقی)

مستشرقین کی بین الاقوامی مؤتمر کا اٹھارہوان اجلاس

منعقدہ لائڈن، ۷ - ۱۲ ستمبر ۱۹۳۱ء

از

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، ایم اے، پی ایچ ڈی (لندن) گورنمنٹ کالج جھنگ (پنجاب)

ہمارے عزیز دوست شیخ عنایت اللہ صاحب جو اپنے رشحات سے اکثر معارف کو سیراب کرتے رہے ہین، وہ چند سال کے علمی سفر کے بعد اب وطن کو کامیاب مراجعت فرما ہوئے ہین، شیخ صاحب مشرق و مغرب کی کئی زبانون کے ماہر ہین، اور آیندہ اُن سے ہم کو بہت کچھ علمی توقعات ہین، اس کانفرنس مذکورہ کا مختصر حال مارچ کے معارف مین گو چھپ چکا ہے، مگر تفصیلی روداد یہ پہلی بار شائع ہو رہی ہو۔

"معارف"

مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس کا اٹھارہوان اجلاس گذشتہ سال ستمبر کے دوسرے ہفتہ مین بمقام لائڈن (ہالینڈ) منعقد ہوا تھا، جس کی مختصر کیفیت امیر شکیب ارسلان کے فرانسیسی رسالہ "قوم عرب" کے حوالہ سے معارف بابتہ مارچ مین شائع ہو چکی ہے، راقم الحروف نے جو اس زمانہ مین لندن مین اقامت پزیر تھا، کانگریس مذکور مین بذات خود شرکت کی تھی، ایک مدت سے ارادہ تھا کہ اس کے مفصل حالات سے ناظرین معارف کی ضیافت طبع کا سامان مہیا کرون مگر افسوس کہ بوجوہات چند اپنے خیال کو تاحال عملی جامہ نہ پہنا سکا،

افتتاحی جلسہ

مؤتمر کی صدارت عمومی اسلامیات اور عربی زبان کے فاضل اور لائڈن یونیورسٹی کے مشہور عالم

پروفیسر ڈاکٹر سنوک ہرخرنیے (SNOUCK HURGRONJE) سے متعلق تھی، چنانچہ مؤتمر کا افتتاحی جلسہ اُن کی صدارت مین لائڈن کے ٹاؤن حال مین ۷ ستمبر کو بوقت تین بجے سہ پہر مین منعقد ہوا، جلسہ کا آغاز ہالینڈ کے وزیر تعلیم کی تقریر سے ہوا جس مین اس نے اپنی حکومت کی طرف سے شرکاے جلسہ کا استقبال کرتے ہوے کہا کہ ملک ہالینڈ کو مشرقی السنہ اور علوم کیساتھ کئی صدیون سے دلچسپی ہے، جبکہ ابھی اُس نے ایک استعماری سلطنت کی حیثیت سے زور نہین پکڑا تھا، چنانچہ اس عہد مین ولندیزی علمار کے درمیان عبرانی اور عربی کے کئی جید عالم پیدا ہوئے اسکے بعد جب ولندیزی جہازرانون نے اپنے وطن کیلئے مشرق کی تجارت کا رستہ کھولدیا تو اہل ہالینڈ اور اہل ہند کے درمیان براہ راست تعلق پیدا ہوگیا اور اہل ملایا کیساتھ تجارتی تعلقات پیدا کرنے کی خواہش نے ان دور دراز ممالک کی زبانون اور وہان کے باشندون کے رسوم و عادات کے متعلق اپنی معلومات کے بڑھانے کی ضرورت پیدا کی، بہرکیف یہ سچ ہے کہ اہل ہالینڈ کے استشراق کو خالصۃً صرف انھین مادی اغراض سے تحریک نہین ہوئی، سترھوین صدی مین ہالینڈ مین مذہبی مشن کا کام شروع ہوا، اس مشن کی خواہش تھی کہ عیسائیت کی برکات کو اہل مشرق تک پہنچایا جائے، بنابرین بائبل کو جزائر ملایا کی زبانون مین ترجمہ کرنے کی ضرورت پیدا ہوئی، اس طور پر وہ پادری لوگ جو ولندیزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے، دیسی زبانون کی تحصیل و مطالعہ مین پیش پیش نکلے، اس کے بعد متعدد علمی انجمنون نے مشرقی علوم و السنہ کی تحصیل و تحقیق کے کام کو جاری رکھا، ارباب حکومت کے حلقون مین یہ خیال مستحکم ہو رہا ہے کہ مشرقی لوگون پر حسن و خوبی کیساتھ حکمرانی کرنے کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ پہلے ان کو اچھی طرح سمجھا جائے۔

(وزیر تعلیم کے اس اظہار سے کہ گذشتہ عہد مین ولندیزی مشن کی تبلیغی مساعی کے ضمن مین بھی مشرقی السنہ کے درس و مطالعہ کو ترقی حاصل ہوئی ہے، امیر شکیب ارسلان کو غلط فہمی ہوئی ہے، مین نے اُن کی اصل فرانسیسی رپوٹ کو نہین دیکھا مگر (اردو ترجمہ مین) اُن کے روایت کردہ الفاظ کا اخیر جملہ یقیناً صحیح نہین ہے، اور اس پر امیر موصوف نے ملاحظات کی جو عمارت کھڑی کی ہے، کم از کم وزیر مذکور کی اصل تقریر مین اس کے لیے کوئی بنیاد نظر نہین آتی)

خطبۂ صدارت

اس کے بعد صدر کانگریس پروفیسر ہرخرنے نے فرانسیسی زبان مین ایک نہایت پرمغز اور برمحل خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ تقریباً نصف صدی کی بات ہے کہ اسی مقام پر میرے واجب التعظیم استاد کوئنان (KUENEN) نے اسی کانگریس کے چھٹے اجلاس کا افتتاح کیا تھا، یہ پہلی کانگریس تھی جس مین مین بعہد نوعمری شریک ہوا تھا، جبکہ میرا توشۂ علم قابل رحم طور پر نہایت قلیل تھا، اس کانگریس نے میرے دل و دماغ پر ایک گہرا نقش چھوڑا، اس شاندار محفل کی صفِ آخرین مین نشست اختیار کرتے ہوے اگر مجھے کسی بات کی ضرورت تھی تو صرف اس امر کی کہ بزرگان محفل میری شرکت کی جرأت کو نظرِ اغماض دیکھین، اب جبکہ عمر رسیدگی نے مجھے اس کانگریس کی صدارت پر فائز کردیا ہے، مجھے آپ حضرات سے یہ درخواست کرنی ہے کہ ازراہِ کرم آپ میری ان خامیون اور کوتاہیون سے چشم پوشی کرین جو بمقتضاے سن لازمی ہین، نہ تو ان کا میرے پاس علاج ہے اور نہ ہی مین ان کو چھپا سکتا ہون"،

اس کے بعد انھون نے چھٹے اجلاس کا موجودہ اجلاس سے مقابلہ کرتے ہوئے اس حیرت انگیز علمی ترقی کا ذکر کیا جو پچھلے پچاس ۵۰ سال مین مشرقیات کے میدان مین رونما ہوئی ہے،

چھٹی کانگریس مین صرف ۹۰ ممبرون نے شرکت کی تھی، جو تقریباً تمام تر یورپ کے علمی مراکز کے نمایندے تھے، ریاستہاے متحدہ امریکہ نے صرف دینیات کا ایک پروفیسر بھیجا تھا، مشرقی ممبرون مین صرف تین ہندوستانی عالم تھے، اور ایک عرب تاجر نوادرِ قدیمہ جو ان دنون تجارتی غرض سے ہالینڈ مین آنکلا تھا، اس اثنا مین شعبۂ مشرقیات مین جو ترقی ہوئی ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے اس اجلاس کے ممبرون کی مطبوعہ فہرست دیکھنا یا اس جلسہ گاہ مین چارون طرف نظر دوڑانا کافی ہے"،

"ہمارے عہد مین اہل امریکہ اپنے علمی اور مادی ذرائع و وسائل کی بدولت ان لوگون کی صفِ اول مین ہین جنھون نے اپنے آپ کو مشرق کے درس و مطالعہ کے لیے وقف کر رکھا ہے، مزید بران ہمارے مشرقی بھائیون کی روز افزون شرکت کار (جس پر ہماری مساعی کی کامیابی موقوف ہے) اس بات کی شاہد ہے کہ مشرقی اور مغربی دل و دماغ نے ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کی قدر پہچاننے مین بہت حد تک ترقی کرلی ہے"،

اس کے بعد صدر جلسہ نے حسب ذیل الفاظ جرمن زبان مین ادا کئے، کیونکہ اس جملہ کے مخاطب اصلی جرمن لوگ ہی تھے۔ "اہل جرمنی نے مشرقی تحقیقات مین جو حصہ لیا ہے، وہ اس وقت بھی ایسا ہی شاندار تھا، جیسا کہ اب ہے، اس عہد مین اُن کے علماے خصوصی نے میدانِ علم مین جو لمبے لمبے قدم بڑھائے ہین، اُن کی بدولت انھون نے تقریباً ہر شعبہ مین اول درجہ حاصل کرلیا ہے، اس لحاظ سے ہم اس بات پر اور بھی زیادہ متاسف ہین کہ ہماری اس کانگریس کے جرمن ممبرون کی تعداد اُن کی اہمیت کے تناسب سے بہت کم ہے، بہر کیف ہم تہِ دل سے اُن جرمن شرکاے جلسہ کا خیر مقدم کرتے ہین، جو مشکلاتِ زمانہ کے علی الرغم یہان اپنے شاندار وطن کی نمایندگی کر رہے ہین، ہم امید کرتے ہین کہ خارجی حالات کی بہتری سے عنقریب جرمن علمار کے لیے اعلیٰ علمی مقاصد کے حصول کا راستہ کھل جائیگا"،

پھر دوبارہ فرانسیسی مین تقریر جاری رکھتے ہوے کہا کہ "۱۸۸۳ء مین صنف لطیف ہمارے جلسون مین تقریباً ناپید تھی، شرکا مین ان کی تعداد ایک درجن سے زیادہ نہ ہوگی، وہ درجہ جو عورت نے فی زماننا زندگیٔ عامہ مین حاصل کرلیا ہے، ہماری کانگریس کے دفترِ استقبالیہ سے بھی ظاہر ہے جس کا تمام عملہ جنس نازک پر مشتمل ہے، اور جو کانگریس کے ممبرون کو ہر قسم کی اطلاع بہم پہنچانے کے لیے مستعد ہے، اسی طرح ان عورتون کی تعداد سے جن کے نام کانگریس کے ممبرون کی حیثیت سے مندرج ہین، یا جھون نے اپنے مضامین پڑھے ہین، یہ بات ظاہر ہے کہ جنس نازک نے تحقیقات علمیہ کے مختلف شعبون مین اپنے شایان شان جگہ پیدا کرلی ہے"،

پھر مقرر نے اس ترقی کو تفصیل کیساتھ بیان کیا جو مشرقیات کے میدان مین پچھلے پچاس سالون مین واقع ہوئی ہے اور کہا کہ، مشرقی تحقیقات اتنے مختلف شعبون مین تقسیم ہوگئی ہے کہ اس امر کا قوی خطرہ ہے کہ کہین اختصاصیین اپنے اپنے خاص شعبہ یا مضمون کے تنگ دائرہ مین اس قدر منہمک اور محصور ہوجائین کہ وہ دیگر شعبون کی کارگذاری اور نتائج تحقیق سے بہت حد تک بےخبر رہین، انھین حالات ہماری کانگریس منجملہ ان دیگر مسائل کے ہے جلسے اس قسم کے خطرات کا ازالہ اور تدارک مقصود ہے، تاکہ ہم مین یہ خیال مستحکم رہے کہ مباحث کے تنوع اور انتشار کے باوجود ہماری تحقیقات ایک ہی سلسلہ مین منسلک ہین"

اس خطبہ کے بعد افتتاحی جلسہ ختم ہوگیا اور شہر کی ایک مجلس کیطرف سے حاضرین جلسہ کی چائے وغیرہ سے تواضع کیگئی، اسی رات کو حکومت ہالینڈ کی طرف سے تمام شرکائے کانگریس کو دارالسلطنت ہیگ مین ایک استقبالیہ جلسہ (RECEPTION) مین مدعو کیا گیا،

کانگریس کے مختلف شعبے

اگلے روز کانگریس کی کاروائی نو مختلف شعبون مین منقسم ہوگئی جنکے جلسے چار پانچ روز تک علی التواتر مقامی یونیورسٹی کی مختلف عمارتون مین منعقد ہوتے رہے، شعبہ سوم (وسطی اور مغربی ایشیا) اور شعبہ ہشتم (اسلام) کی تفریق کئی ایک ایسے اشخاص کے لیے تکلیف دہ اور مایوس کن تھی جو ایران اور اسلام کے متعلقہ مباحث کے ساتھ یکسان دلچسپی رکھتے تھے، کیونکہ ایک شعبہ کو چھوڑے بغیر دوسرے مین شرکت کرنا ممکن نہ تھا،

کل (۴۷۵) اشخاص نے کانگریس مین بنفس نفیس حصہ لیا جنمین سے (۱۱۰) (ASSOCIATED) ممبر تھے، ان ایسوشی ایٹڈ ممبرون کی اکثر تعداد شرکائے کانگریس کی بیویون پر مشتمل تھی جو اپنے خاوندون کے ہمراہ ہالینڈ کی سیر کو آئی تھین، اگرچہ شروع شروع مین مستشرقین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کا ارادہ ظاہر کیا تھا، مگر بہت سے لوگ خصوصاً جرمن علما بوجہ اقتصادی حالات کی خرابی یعنی تنگی وعسرت کے شریک نہ ہوسکے، جرمن علما کی قلت کی یہ بھی وجہ تھی کہ چند سالون سے جرمن مستشرقین اپنے ہان ایک علیحدہ کانگریس ہر دوسرے سال آسٹریا یا جرمنی کے کسی شہر مین منعقد کر رہے ہین جسکا نام انھون نے Oriental-isten Tag یعنی یوم المستشرقین رکھا ہے،

شرکائے کانگریس مین تقریباً نصف ایسے اصحاب تھے، جو مختلف حکومتون، یونیورسٹیون یا علمی مجلسون کی طرف سے نمایندے بنکر آئے تھے، ہندوستانی یونیورسٹیون مین سے پنجاب یونیورسٹی کے نمایندے وہان کے وائس چانسلر مسٹر اے. سی. وولنر تھے، بمبئی کے آنریبل جسٹس مرزا علی اکبر خان، علی گڑھ کے ڈاکٹر رنگو اور جامعہ عثمانیہ کے نمایندے ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر حسین بن فیض اللہ الہمدانی، ایم اے (بمبئی)، پی ایچ ڈی (لنڈن) تھے،

شعبہ اسلام،

چونکہ مجھے بذات خود زیادہ تر شعبہ اسلام کیساتھ دلچسپی تھی، اس لیے اکثر اسی شعبہ کے جلسون مین شریک رہا، اگرچہ چند ایک مقالے شعبہ سوم مین ایرانی اور ترکی مضامین پر بھی سنے، اس شعبہ کی صدارت عمومی لائڈن کے پروفیسر (Wensinck) سے متعلق تھی مگر مختلف ایام مین مختلف سربرآوردہ علمار نے اس کی صدارت کی، پروفیسر ہرخرینے نے بھی زیادہ تر اسی شعبہ کو اپنی شرکت سے مشرف کیا، اور تمام مقالات غایت توجہ سے سُنے، آپ کی عمر اس وقت اسی سال سے متجاوز ہے، مگر ان کی سن رسیدگی ان کے معمولی مشاغل مین حارج ہوتے معلوم نہین ہوتی، جن مصری یا عربی علمار نے اس شعبہ مین مضامین پڑھے اُن کا تذکرہ معارف مین ہوچکا ہے، جس کی تکرار یہان غیر ضروری ہے، باقی مقالات مین سے مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہین، ہر مقالہ کے بالمقابل اس رسالہ کا نام بھی درج کردیا گیا ہے، جہان وہ مقالہ شایع ہوچکا ہے، یا ہونے والا ہے،

مضمون نگار	زبان	موضوع بحث	محل اشاعت
پروفیسر شاخت	جرمن	شریعت اور قانون، موجودہ مصر مین	Der Islam

مضمون نگار	زبان	موضوع بحث	محل اشاعت
پروفیسر ماسینیو	فرانسیسی	فرقۂ نصیریہ کے تعلقات ایران کے ساتھ،	Revue des etudes Islamiques
" پیریس	"	ابوالولید الحمیری الاندلسی اور اسکی کتاب البدیع فی وصف الربیع،	
ڈاکٹر کرینکو	انگریزی	بعض کتب جنکی اشاعت ہندوستان مین زیر تجویز ہے،	
" ہمدانی	"	اسمٰعیلی دعوت کی تاریخ اور اسکا لٹریچر اواخر عہد فاطمیہ مین	جرنل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن - جنوری ۳۲ء
" سموجی	"	کتاب المنتظم لابن الجوزی،	"
پروفیسر نالینو	اطالین	فقہ اسلامی اور رومن لا کے تعلقات،	
" گونائل	انگریزی	قرآن کا ایک مصور نسخہ (؟)	R.E.I. Paris 1931
گال بیاتی	اطالین	مکتبہ امبروزیانہ (میلان) اور اس کے قیمتی عربی مخطوطات	المشرق، بیروت
ویسولامار	فرانسیسی	اسلامی فن تعمیر کے مصطلحات،	
ڈاکٹر مپسنر	جرمن	تاریخ العلوم فی الاسلام (بحوالہ صوان الحکمۃ لابی سلیمان السجستانی)	
" کراوس	"	فرقۂ مانویہ اور معتزلہ کے تعلقات کا مسئلہ،	
پروفیسر بلنسید (میڈرڈ)	فرانسیسی	احصاء العلوم للفارابی،	
" لیوی ڈلاویدا	اطالین	جمہرۃ الانساب لابن الکلبی کا مجوزہ اڈیشن،	اسلامک کلچر - حیدرآباد
" بجرک تاریچ	فرانسیسی	یوگوسلاویہ مین مطالعات اسلامیہ کی کیفیت،	
شیخ عنایت اللہ (بغداد)	انگریزی	جغرافی طبعی ماحول کا اثر عربون کے تمدن اور تاریخ پر	مسلم ریوائول، لاہور

بعض مقالون کا مختصر بیان

شعبۂ اسلام — ڈاکٹر کرینکو نے اپنے قیام ہندوستان کے حالات زبانی بیان کرتے ہوے اُن کتابون کا ذکر کیا،

جن کو ہندوستان کی مختلف مجالس یا علماء شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہین، اس سلسلہ مین علی گڑہ اور دائرۃ المعارف حیدرآباد کا بھی ذکر کیا، اور کہا کہ ہندوستان مین لوگ زیادہ تر تصوف یا اس سے اثر کر فقہ کی کتابون کیطرف مائل ہین، باقی علوم و فنون سے دلچسپی بہت کم ہے، دائرۃ المعارف والے بغیر اعراب اور فہارس کے کتابین چھاپتے ہین، الدرر الکامنہ لابن حجر کی چار جلدین وہان چھپ گئی ہین، مین نے ان کا انڈکس تیار کیا تھا، مگر دائرہ نے اپنی خوش فہمی[1] سے فیصلہ کیا کہ بجاے انڈکس کے مولوی عبدالحیٔ صاحب مرحوم (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی ایک کتاب بطور پانچوین جلد کے شائع کیجائے، گورنمنٹ نظام عربی کتابون کی طباعت پر زرِ کثیر صرف کرتی ہے، مگر لائق کمپوزیٹر اور تیز نظر مصحح نہ ملنے کے سبب سے نتیجہ خاطر خواہ نہین نکلتا، علی گڑہ مین ایک مدت سے قانون مسعودی کی اشاعت کی تجویز درپیش ہے، مین نے وہان کے ایک صاحب کیساتھ ملکر اس کام کو ہاتھ لگایا تھا، مگر ان کی نااہلیت یعنی انگریزی سے ناواقفیت کے سبب کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا، جب مین لوگون سے پوچھتا کہ کس لیے پڑھتے ہو، تو جواب دیتے کہ حضور، نوکری کے لیے، پھر یہان کی ناقابل برداشت گرمی اور تکلیف دہ مچھرون کا ذکر کرکے کہا وہان کے علماء کے جمود اور پروفیسرون کی کاہلی کا ایک قوی سبب اس قسم کے ناموافق حالات بھی ہین، غرض اُن کی تقریر ہندوستان اور ہندوستانیون کی ایک ہجو مسلسل تھی، اگرچہ اُن کی بعض باتین بالکل سچ تھین، تاہم اپنے ملک اور قوم کا محفلِ غیر مین یون استخفاف ہوتے دیکھکر دل قدرتی طور پر بہت کڑھا، اور اب بھی ان باتون کا اعادہ کرتے دل دکھتا ہے، مگر ابناے قوم کی اطلاع اور عبرت کے لیے لکھتا ہون، بعد مین جب مین نے ان سے پرائیوٹ ملاقات مین ان کے طنز آمیز پیرایۂ بیان پر احتجاج کیا، تو انھون نے اپنا لب و لہجہ بہت نرم کرلیا، البتہ یہ دیکھکر مین بنہایت خوشی ہوئی کہ ہمارے محترم مولوی میمن عبدالعزیز صاحب راجکوٹی کے علم و فضل کا لوہا مانتے ہین،

[1] معارف:- اس "خوش فہمی" کی وجہ جہانتک ہم کو معلوم ہے یہ ہے کہ درر کامنہ کی ترتیب حروف تہجی پر ہے، اس لیے ایسی کتاب مین انڈکس کا اضافہ فضول سا تھا، اور اسی سرمایہ کو کتاب مذکور کے استدراک و تکمیل مین صرف کیا، تاکہ ہندوستان کا حصہ بھی اس آٹھوین صدی کی یادگار مین مناسب جگہ پاسکے،

مگر کہتے ہین کہ مولوی صاحب نے اپنے آپ کو صرف ادب اور شعر مین محصور کر رکھا ہے، اب سنہ رواں کے آغاز سے ڈاکٹر صاحب موصوف بن (Bonn) یونیورسٹی مین اسلامیات اور عربی کے پروفیسر مقرر ہوگئے ہین۔

ڈاکٹر سموجی جو قوم کے ہنگرین اور گولٹ سیہر انجمانی کے شاگرد ہین، ابن الجوزی کی ضخیم تاریخ "المنتظم" کے قلمی نسخون کا برٹش میوزیم مین ایک مدت سے مطالعہ کر رہے ہین، چنانچہ آپ کا پراز معلومات مقالہ جو اب رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے جرنل مین شائع ہوچکا ہے، اپنی اسی ذاتی تفتیش اور تفحص پر مبنی تھا، موصوف نے اس تاریخ کے خصائص اور اسکی اہمیت اور قدر وقیمت کو بہت خوبی سے واضح کیا اور طبقۂ علماء سے درخواست کی کہ وہ اس کی اشاعت کی طرف جلد توجہ مبذول فرمائین، اور فی الواقعہ اس مین کچھ کلام نہین کہ اس کی اشاعت سے ہمارے علم مین بہت بڑا اضافہ یقینی ہے، کام بہت بڑا ہے جس سے شاید ایک تن واحد عہدہ برآ نہ ہوسکے، یورپ مین بھی تا حال اس کام کے سرانجام ہونے کے کوئی آثار نظر نہین آتے، دائرۃ المعارف حیدرآباد کو چاہئے کہ وہ سلف کی اس یادگار کی کما حقہ اشاعت کا جلد انتظام کرے،

ڈاکٹر بلیسنر (Plessner) ڈاکٹر ہورووٹس انجمانی کے شاگرد، اور ایک نہایت مستعد اور صاحب لیاقت نوجوان ہین اور فرانکفورٹ یونیورسٹی مین معلم ہین، کچھ مدت سے اسلامی علوم وفنون کی تاریخ اور دیگر متعلقہ مسائل سے بحث کر رہے ہین، جیسا کہ ان کے ایک مطبوعہ رسالہ سے ظاہر ہے، زیر نظر مقالہ مین انھون نے ابو سلیمان السجستانی کا خاص طور پر ذکر کیا، جو ابن الندیم کا معاصر تھا، اور جس کی کتاب صوان الحکمۃ چوتھی صدی اسلامی کے علوم اور حاملانِ علم اور ان کی تاریخ کے متعلق ایک اول درجہ کی قیمتی دستاویز ہے، یہ کتاب ہمین تا حال صرف متفرق اقتباسات کے واسطہ سے معلوم تھی، اس کے چند ایک نسخے حال مین دریافت ہوئے ہین، ملاحظہ ہو اسلامیکا جلد چہارم، حال مین رٹر صاحب (RITTER) نے غالباً قسطنطنیہ مین ایک اور نسخہ کا پتہ لگایا ہے، یہ وہی کتاب ہے جس کے ایک تتمہ کا

فارسی ترجمہ ہمارے مخدوم مولوی محمد شفیع صاحب اورنٹیل کالج میگزین مین شائع کر چکے ہین،

ہندوستانی مقالہ نگار

اسلامی شعبہ مین دو ہندوستانیون نے اپنے مقالے پڑھے، ایک تو خاکسار راقم الحروف نے اور دوسرے ہمارے صدیق المحترم ڈاکٹر حسین ہمدانی (یا بقول امیر شکیب ارسلان یمن کے علامہ ہمدانی) نے، اگرچہ آپ نسلاً یمن کے مشہور ومقتدر قبیلہ ہمدان سے ہین، مگر چونکہ آپ کا خاندان چند نسلون سے مغربی ہند مین آباد ہے، اور آپکا مولد ومنشا بھی ہندوستان ہی کا خطہ ہے، اس لیے ہم ان کو ہندوستانیون ہی کے زمرہ مین شامل کر کے شرفِ انتساب حاصل کرتے ہین، آپ ایک مدت سے اسمٰعیلی دعوت کی تاریخ، فرقۂ اسمٰعیلیہ کے مذہبی اور فلسفیانہ خیالات وعقائد کی نشو ونما اور ان کے مشہور داعیون کے حالات کی ایسے قلمی خزانون کی مدد سے تحقیق کر رہے ہین، جن تک غیر اسمٰعیلیون کی آج تک دسترس نہین ہوئی انکی استعداد فائقہ اور غیر معمولی ذرائعِ معلومات سے امید واثق ہے کہ ان کے نتائج تحقیق کی اشاعت اس موضوع کے متعلق نہ صرف حیرت انگیز بلکہ انقلاب انگیز ثابت ہوگی، کانگریس مین انھون نے جو مقالہ پیش کیا وہ بھی اسی قبیل کی تحقیقات کا ایک جزء تھا جس کو حاضرین نے اشتیاق اور غور وغوض سے سنا اور پروفیسر ماسینیو (پیرس)، اور ڈاکٹر کراؤس (برلن) نے خوب دل کھول کر داد دی اور پروفیسر بارگولیتھ نے تحسین کرتے ہوئے فاضل مقرر سے امید ظاہر کی کہ وہ اسمٰعیلی لٹریچر کی مزید تحقیق کر کے اہل علم کو ممنون کرینگے، ان کا یہ مقالہ تمامہا ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے رسالہ مین چھپ گیا ہے، ڈاکٹر موصوف کے شوق تحقیق، علمی شغف اور با ہمت ذات سے ہماری بہت سی علمی اور قومی توقعات وابستہ ہین، اور ہمین اس امر مین کچھ شک نہین کہ وہ اپنے قوم کی کما حقہ قدر شناسی اور اپنی مسلمہ لیاقت اور عزم راسخ سے ہندوستان کی علمی بزم مین خاص درجہ اور امتیاز حاصل کرینگے،

ایرانیات

ایران سے متعلقہ تاریخی اور ادبی مضامین شعبۂ سوم (وسطی اور مغربی ایشیا) مین پڑھے گئے، افسوس

کہ اس کے شعبۂ اسلام سے علحدہ ہونے کے سبب سے اکثر مضامین کے سننے کا موقع نصیب نہ ہوا، اس شعبہ مین شاید سب سے زیادہ دلچسپ اور پر از معلومات مضمون فرانس کے فاضل پروفیسر منورسکی (Minorsky) کا تھا جسمین انھون نے ان تمام اہم تحقیقات کا ذکر کیا جو ایران کی تاریخ اور تاریخی جغرافیہ کے متعلق سنہ ۱۹۰۰ء سے لیکر تا حال رونما ہوئی ہین اور ان اہم مطبوعات پر ایک نظر دوڑائی جو اس دور مین شائع ہو کر ایران کے متعلق ہمارے زیادتِ علم کا موجب ہوئی ہین، انھون نے کہا کہ سنہ ۱۹۰۰ء تک ہمارا ذخیرہ معلومات ایران کے اسلامی عہد کے متعلق بہت کم تھا، مگر گب میموریل فنڈ کے قیام اور پروفیسر براؤن اور ان کے رفیقون اور شاگردون کی علمی مساعی کے طفیل ایران کے متعلق بہت سی اہم اور قیمتی کتابین چھپ گئی ہین، ابن مسکویہ کی اشاعت نے دسوین اور گیارہوین صدی کے متعلق بہت سی نئی تحقیقات کا راستہ کھول دیا ہے، موسیو محمد اقبال کی راحۃ الصدور نے ہوتسما کی شائع کردہ کتابون پر عہدِ سلاجقہ کے متعلق بہت سے نئے معلومات کا اضافہ کیا ہے، اسی طرح تاتاریون کے عہد کے متعلق بھی بہت سی عمدہ کتابین (مثل جوینی اور رشید الدین کے) روشنی مین آگئی ہین مگر سنہ ۱۵۰۰ء سے بعد کی تاریخ تا حال نسبتہً تاریکی مین ہے، اور ضرورت ہے کہ اس عہد کی طرف توجہ مبذول کیجائے مثلاً مقامی تاریخون تاریخ بیہقی اور تاریخ سیستان کو شائع کرنا بہت مفید ہوگا، اس کے ساتھ اس عہد کے تمدنی اور اقتصادی حالات کو خاص طور پر زیر نظر رکھنا ہوگا، کیونکہ ان امور پر تا حال بہت کم توجہ ہوئی ہے"

ایران کے تاریخی جغرافیہ کے متعلق پروفیسر منورسکی نے کہا کہ "اس مضمون پر روسی محقق بارٹولڈ (متوفی سنہ ۱۹۳۰ء)، لی سٹرینج اور سٹوارسٹز (Schwartz) کی کتابین بہت قابل قدر ہین، اس قسم کی مطبوعات مین سے سب سے جدید اور تازہ کتاب حدود العالم ہے، جس کا سنہ تالیف سنہ ۳۷۲ھ ہے، مگر مؤلف کا نام معلوم نہین، بارٹولڈ نے اس کو سنہ ۱۹۳۰ء مین لینن گراڈ سے شائع کیا، اب مین اس کا ترجمہ گب میموریل سیریز مین شائع کرنے والا ہون"

اسی شعبہ کے ایک جلسہ مین مدرسۃ السنہ شرقیہ لندن کے مدیر و ناظم اور ہمارے کرم فرما پروفیسر سر ڈینی سن روس نے اعلان کیا کہ مین شٹائن گس کی فارسی انگریزی لغت کا تتمہ مرتب کرنے پر مامور ہوا ہون، مین بہت ممنون ہونگا اگر فارسی کے علماء مجھے ایسے الفاظ اور محاورے وقتاً فوقتاً ارسال کرین جن سے ان کو اپنے دورانِ مطالعہ مین سابقہ پڑے اور وہ مذکورۂ بالا لغت مین موجود نہ ہون، مین خاص طور پر ایسے جدید الفاظ اور محاورے شامل کرنا چاہتا ہون جو زمانۂ حال کے فارسی اخبارات اور رسائل مین استعمال ہوتے ہین، مجھے خود اہل زبان سے اچھی خاصی مدد ملی ہے اور بہت سا ذخیرہ الفاظ کا جمع کر لیا ہے مگر مین چاہتا ہون کہ مجوزہ تتمہ حتی الامکان مکمل ثابت ہو،

ترکی نمایندہ

ناظرین معارف کو علم ہوگا کہ چند سالون سے ترکی مین غازی مصطفےٰ کمال کی سرپرستی مین ایک تاریخی انجمن قائم ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ترکی اقوام کی قدیم اور جدید تاریخ کے متعلق وسیع پیمانہ پر تحقیق کیجائے اور ترکون کے تمدن اور تاریخ کے متعلق جو غلط آراء اور خیالات پھیلے ہوئے ہین ان کے ازالہ کی کوشش کیجائے، اس انجمن کی طرف سے رشید صفوت بک نے جو ترکی پارلیمنٹ کے ممبر بھی ہین، کانگریس مین شرکت کی، اور اپنا مضمون جو "ترکیات" (TURKOLOGY) کے موضوع پر فرانسیسی زبان مین تھا شعبۂ سوم مین پڑھا، انھون نے ترکی کے اندر اور غیر ممالک مین بھی اثری تحقیقات مین عملاً حصہ لیا ہے، چنانچہ اپنے مقالہ مین اپنے وسیع مطالعہ اور پختہ خیالات کا ثبوت دیا، اور ترکی تاریخی انجمن کے اغراض و مقاصد کو بیان کرتے ہوئے ترکی اقوام کی تاریخی اہمیت پر زور دیا، افسوس کہ اطناب کے خوف سے ان کا خلاصۂ کلام درج کرنا ممکن نہین،

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ترکی قوم مین دوسرے تمدنون کے اخذ و قبول اور نقل کا مادہ تو ضرور موجود ہے، مگر قوتِ ایجاد و اختراع مفقود ہے، فاضل مقرر نے اپنی تقریر کے آخر حصہ مین اس خیال کی جس پیرایہ مین تردید کرنی چاہی وہ ناظرین کے لیے دلچسپ ہوگا، آپ نے کہا کہ جس طرح ہماری تاریخ علوم و فنون

تجارت و صنعت اور ہماری عادات و رسوم کی تشریح مین لوگون سے غلطیان ہوئی ہین، اسی طرح ہم محسوس
کرتے ہین کہ عقل و فکر (فلسفہ) کے میدان مین ترکون کے کارنامون کے متعلق بعض غلط خیالات کو یکسر
تبدیل کرنے کی اشد ضرورت ہے جس طرح DESCARTES اور GROTIUS LEIBNITZ صرف اس
وجہ سے رومن مصنفین مین شمار نہین کیے جاسکتے کہ انھون نے اپنی کتابین لاطینی زبان مین تصنیف کین،
اسی طرح فارابی، ابن سینا، غزالی، اور دیگر سینکڑون حکما اور شعرا کے عظیم الشان مصنفات کے متعلق
ہم دعوی کرسکتے ہین، کہ وہ دراصل ترکی تہذیب کا سرمایۂ افتخار ہین، عام طور پر ان کو دوسری قومون مین
صرف اس لیے شمار کیا جاتا ہے، کہ انھون نے اپنے عہد کی مروجہ زبانون مثل عربی یا فارسی کو اظہار خیال
کا ذریعہ بنایا، ملک و قوم کے امتیازات سے قطع نظر کرتے ہوئے ہمارے لیے یہ بات دیکھنا دلچسپی بلکہ
مسرت کا موجب ہے، کہ قرون وسطی کے اسلامی عہد نے تہذیب و تمدن کا وہ شاندار اور بیش بہا ترکہ
چھوڑا ہے کہ آج تاریخ کی عدالت مین عرب، ایرانی اور ترک سبھی اپنے اپنے حق وراثت کے دعاوی
پیش کر رہے ہین،

رشید صفوت [illegible] ایام کانگرس مین ایک سہ پہر کو لانڈن کے ایک قہوہ خانہ مین بہت
[illegible] پر لطف صحبت رہی، وہ انگریزی سے ایسے ہی بے بہرہ تھے جیسا کہ مین ترکی سے ناآشنا، مگر فرانسیسی اور
قدرے فارسی بول سکتے تھے، چنانچہ آدھی فارسی اور آدھی فرانسیسی مین دیر تک گفتگو ہوتی رہی، مجھ سے پوچھنے
لگے کہ کیا وجہ ہے کہ باوجود اس عقیدت و محبت کے جو ہندوستانی مسلمانون کو ہم سے ہے، ہندوستانی
شرفا ترکی مین سیاحت کے لیے نہین آتے، سوال اگرچہ قدرے مشکل تھا تاہم مین نے یون جواب دینے
کی کوشش کی کہ اول تو زبان کی مشکل ہے، ہندوستانیون مین ترکی جاننے والے خال خال ہین اور دوسری
قوی وجہ یہ ہے کہ آجکل انقلاب زمانہ سے مغرب قبلۂ حاجات بنا ہوا ہے، ہر ذی استطاعت شخص ادھر
ہی کو اپنا قبلہ راست کرتا ہے، نیز پوچھتے تھے کہ ہندوستان مین تیموری مغلون کا کیا حشر ہوا تختہ حکومت

الٹ چکا مگر ان کی نسل تو کلیۃً معدوم نہ ہوئی ہوگی، مین نے اس کا بھی اپنی معلومات کے بموجب جواب دیا،
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دور زمانہ نے میس ڈالا، کاروان گذر گیا، گرد باقی ہے، اردو زبان کی ابتدا اور
نشو و نما کے متعلق بھی دلچسپی کا اظہار کیا، کہا کہ لفظ تو ترکی ہے، معلوم نہین اس کی ابتدا اور تشکیل مین
ترکی زبان کا کتنا حصہ ہے، اگر علما اردو اور ترکی گریمر کا باہمی مقابلہ کرین تو شاید اردو کے دھندلے
عہد پیدائش پر کچھ روشنی پڑ سکے،

اندلسی نمایندے،

اس مشرقی کانگرس جیسی بین الاقوامی علمی محافل کے مقاصد اولین مین سے یہ امر ہے کہ مختلف
ممالک کے علما ایک جگہ جمع ہوکر نہ صرف بذریعہ اپنے مقالات کے اپنے اپنے خاص مضامین کے متعلق
اپنی کارگذاری سنائین بلکہ باہمی تعارف اور ذاتی ملاقات حاصل کرین تاکہ باہمی شناسائی اور مبادلۂ
خیالات سے علمی کامون مین سہولت اور ترقی پیدا ہو، اس لحاظ سے ہمارے لیے یہ بین الاقوامی اجتماع
بہت مفید ثابت ہوا، بہت سے علما و فضلا سے ذاتی میل جول اور گفت و کلام کا موقع ملا، جن کی
فرداً فرداً ملاقات کے لیے ہزارون کوس کے سفر اور زر خطیر کے صرف کی ضرورت تھی، جن فضلا
سے مل کر ہمین کمال مسرت حاصل ہوئی، ان مین اندلسی شرکا کانگرس کا ذکر ضروری ہے، اسپین
کی خانہ جنگی اور عام شورش اور بدنظمی کی وجہ سے مجھے سفر اندلس کی پرشوق آرزو کو حسرت کے ساتھ خیرباد
کہنا پڑا تھا، اس لیے ہسپانی علما کی ملاقات لانڈن مین بسا غنیمت معلوم ہوئی، ہسپانی علما مین جنھون نے
کانگرس کے شعبۂ اسلام مین شرکت کی، پروفیسر بلنسیہ (PALENCIA) اور پروفیسر غومز
(GOMEZ) قابل ذکر ہین، اول الذکر میڈرڈ کی مرکزی یونیورسٹی مین عربی کے استاذ ہین، ابھی چند
سال ہوے کہ وہان اپنے استاذ RIBERA کے جانشین ہوے، نہایت مستعد اور محنتی شخص ہین
اگرچہ عمر تا حال چالیس برس کے قریب ہوگی، مگر ان کی تالیفات کی فہرست کئی صفحون پر پھیلی ہے، انھین

ہسپانی اور عربی دستاویزین، تراجم اور مستقل تصانیف بھی کچھ شامل ہین، مستعربین کے متعلق دستاویزین بعض ترجمہ اور حواشی کے چار ضخیم جلدون مین شائع کی ہین، جب مین نے ان سے ذکر کیا کہ اس خاکسار نے اُن کی "تاریخ ادب اندلسی" کا اپنے ملکی رسالون مین تذکرہ کیا ہے، اور ایک آدھ فصل کا ترجمہ بھی بطور نمونہ کے شائع کیا ہے تو وہ بیحد متعجب ہوے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا آپ لوگ بھی ہمارے ملک کی تاریخ و تمدن سے دلچسپی رکھتے ہین؟ مین نے جواب دیا کہ ہم لوگ نہ صرف دلچسپی رکھتے ہین، بلکہ لفظ اندلس ہمارے لیے وہ جادو بھرا ہے کہ فرط عقیدت سے اس کے متعلق معمولی سی تحریر کو بھی سر آنکھون پر رکھتے ہین، اور آپ کی تالیف تو ماشاءاللہ ہر طرح قابل قدر ہے، اور فی الواقعہ ان کو اس بات سے کمال مسرت ہوئی، کہ ان کی تحریر کردہ کتاب ایک دور دراز مشرقی ملک مین قدر دانی اور استحسان کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے، اور نہایت خوشی کے ساتھ مجھے اس کے انگریزی اور اردو ترجمہ کی اجازت دی،

آجکل وہ اس مضمون کا مطالعہ کر رہے ہین کہ مشرقی تہذیب و تمدن نے مغرب پر کیا اثر ڈالا ہے، اس موضوع کے متعلق مین نے ان کو چند ایک جرمن مصادر اور مواد کے حوالے دیے، جنکا ان کو علم نہ تھا جس سے ان پر اچھا اثر پڑا اور ان کو معلوم ہوا کہ ہندوستانی لوگ بھی کچھ جانتے ہین، اگرچہ بظاہر یہ مضمون پامال اور فرسودہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ عموماً ایک ہی بات کو کئی اشخاص بغیر مزید تحقیق و تنقید کے بار بار بیان کرتے آئے ہین مگر اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤن اور تمدن کی مختلف شاخون کے متعلق نئے اور غیر مستعمل مواد کی بنا پر مزید تحقیق و تفتیش کی ابھی بہت گنجائش ہے، اگرچہ اسی موضوع پر پچھلے سال انگریزی مین ایک اچھی جامع کتاب (THE LEGACY OF ISLAM) شائع ہو چکی ہے، مگر پروفیسر بلنسیہ کو امید ہے کہ وہ اس مضمون پر مزید معلومات بہم پہنچا سکین گے،

اب ان کے ایک تازہ مکتوب سے معلوم ہوا کہ اسپین کی جدید جمہوری حکومت، میڈرڈ مین مشہور و معروف عربی دان پروفیسر آسین کی ادارت اور نگرانی مین ایک مدرسہ عالیہ مشرقی السنہ اور علوم کا قائم

کرنا چاہتی ہے، اور اگر اس سال حکومت کی جانب سے ضروری رقوم کی منظوری ملگئی، تو امید قوی ہے کہ ایک مرکزی ادارہ کے قیام سے عربی علوم و فنون کے مطالعہ کو اسپین مین بہت ترقی حاصل ہو گی اور اس وقت ملک کے اطراف و جوانب مین نوجوان مستعد کام کرنے والون کی جو قوتین منتشر اور پراگندہ ہین وہ ایک مرکز پر جمع ہو کر مفید نتیجہ پیدا کرینگی،

دوسرے اندلسی نمایندے پروفیسر غومز (GOMEZ) تھے جو غرناطہ مین عربی کے استاذ ہین، نوعمر آدمی ہین، تحقیق کا اچھا شوق ہے، کانگریس مین ایک مقالہ بھی پڑھا، مراکش مین مدت تک قیام رہا، عربی اچھی خاصی بول لیتے ہین، جب وہ اپنے آپ کو الاندلسی الغرناطی کہتے تو میرے دل پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا جس کا زبان قلم سے ادا کرنا ممکن نہین۔

دیگر محافل

کانگریس کے معمولی جلسون کے علاوہ کئی دیگر محفلین سہ پہر یارات کو برپا ہوئین، اور درحقیقت شرکا کو اس قسم کی صحبتون ہی مین ایک دوسرے کے ساتھ اطمینان اور فراغت کے ساتھ بے تکلف گفتگو کرنیکا موقع ملتا تھا، ورنہ دن کے جلسون مین علمی قیل و قال اور مقالون کی تگ و دو مین باہم ملنے جلنے کی کم ہی فرصت ملتی تھی، شرکا کے باہمی تعارف کی سہولت کے لیے یہ انتظام تھا کہ کارکنان کانگریس کیطرف سے ہر ایک ممبر کو دھات کا ایک خوبصورت چھوٹا سا مطلا تمغہ دیدیا گیا تھا، جو اس ممبر کے کوٹ پر آویزان رہتا، اس تمغہ پر کانگریس کا پورا نام اور سن انعقاد (۱۹۳۱ء) چھپا تھا، اور ساتھ ہی طرف بالا مین واضح ہندسون مین اس ممبر کا خاص نمبر شمار کھدا تھا، ایک علٰحدہ کتاب مین تمام ممبرون کے نام مع ان کے اعداد شمار کے درج تھے، جس سے ہر فرد کی شخصیت بآسانی معلوم ہو سکتی تھی،

پہلے ہی روز شب کو حکومت ہالینڈ کی طرف سے دار السلطنت ہیگ کے ایک محل مین تمام ممبران کانگریس کو دعوت دیگئی، جہان وزیر مستعمرات نے ایک مختصر سی تقریر مین شرکاے کانگریس کا خیر مقدم

کرتے ہوے کہا کہ "مستشرقین کی علمی مساعی اور اجتماع صرف اس لیے مفید اور اہم نہیں ہین کہ اس سے علم کی ترقی ہوتی ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ ان سے مشرق و مغرب کی باہمی مفاہمت بڑھتی ہے" سہ پہر کی چاے کے بعد یہ دوسرا موقعہ تھا جس مین تمام ممبرون نے جمع ہوکر باہمی شناسائی پیدا کی، اور ایک دوسرے کے لطفِ ملاقات سے بہرہ اندوز ہوے، حاضرینِ محفل کی مختلف قسم کے ہلکے سامان خور و نوش بلکہ مغربی رسم کے مطابق مے ناب سے بھی تواضع کیگئی، ناظرین معارف کی تسکینِ خاطر اور ان کی ثقاہت کی رعایت سے اس بات کا اضافہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہان بطور بدل کے زاہدانِ خشک کی خشکی دور کرنے کیلئے آئس کریم بھی کافی مقدار مین مہیا تھی، غرض دو ڈھائی گھنٹے کے بعد یہ شاندار اور پر لطف محفل جس کے ہر گوشہ کو لالہ رخانِ مغربی نے اپنی جلوہ باری سے جنتِ نگاہ بنا رکھا تھا ختم ہوگئی،

اسی قسم کا ایک اجتماع ایک اور رات کو شہر لائڈن کی میونسپل کمیٹی کی دعوت پر شہر کی تصویر گیلری مین قرار پایا جس مین ممبرانِ کانگریس کو باہمی ملاقات کا مزید موقع ملا،

جلسۂ طعام

ایک شب ممبرانِ کانگریس کا مجموعی ڈنر (DINNER) ہوا، جہان دو تین گھنٹے خوب خوش گپی مین گذرے، کلام بعد از طعام یعنی (AFTER.DINNER SPEECHES) مین جو مغربی ضیافتون کا دلچسپ لازمہ ہین، انگریز، فرانسیسی جرمن اور اٹالین نمایندون نے اپنے اپنے ملک و قوم کی طرف سے حکومت اور اہالیانِ ہالینڈ کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا، یہ جلسۂ طعام اس لحاظ سے بھی ہمارے لیے یادگار ہے کہ ڈنر کے بعد ایک پر لطف محفلِ رقص و سرود قائم ہوئی، مگر اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ یہ محفل کانگریس کے سرکاری پروگرام مین شامل نہ تھی، اگرچہ کانگریس کمیٹی کی ینگ پارٹی (نوجوان جماعت) اس بات پر مصر تھی کہ محفلِ رقص کو باقاعدہ طور پر کانگریس کے پروگرام مین جگہ دیجائے مگر کانگریس کے معمر صدر یعنی پروفیسر ہر خرینے نے آغاز ہی سے اس خیال کی سخت مخالفت کی اور اس تجویز کو قبول کرنے سے اس بنا پر قطعی انکار کر دیا کہ اس قسم کا رقص و سرود کانگریس ایسے جلسۂ علمار کی متانت و ثقاہت کے بالکل منافی ہے، مگر یار لوگون نے اپنے شوق کو پورا کرنے کی یون ترکیب نکالی کہ صدر جلسہ اور دیگر ثقہ حضرات کے رخصت ہونے پر اسی ہوٹل کے رقص خانہ کا (جہان جلسۂ طعام منعقد ہوا تھا) راستہ لیا اور نصف شب تک طرب انگیز موسیقی کی دمسازی مین اپنی خوش لباس، دلفریب اور نازک ادا ساتھیون کی پر کیف معیت مین ناچا کئے

چونکہ خود کانگریس کے نوجوان سکرٹیری ڈاکٹر کریمر (KRAEMER) اور ہمارے معمر مگر جوان دل ڈائرکٹر قرینی سن روس نے لطف اندوز ہونے مین پیشقدمی کی لہذا ہماری شرکت بھی ایسے محترم مقتداون کی اقتدا مین جائز ٹھہری، امیر شکیب ارسلان بھی ایک طرف بیٹھے قہوہ نوشی مین مصروف اور نوجوانون کی عیش کوشی کو نظر عفو دیکھ رہے تھے، ان کے پر سکون مگر پر اندیش چہرہ سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا اب بھی وہ عرب اقوام اور عرب ممالک کی قسمت پر غور کر رہے ہین،

دیگر جلسے

ایک شب فنون لطیفہ کے لیے وقف تھی، پروگرام کے تین حصے تھے، پہلے مدراس کے ایک پروفیسر ستیہ مورتی نے ہندی اور مغربی موسیقی کا مقابلہ کرتے ہوے ہر دو کی امتیازی خصوصیات کو دکھلایا، اور اپنے مطلب کو ہندوستانی راگ گاکر اور ہندوستانی آلاتِ موسیقی استعمال کرکے واضح کیا،

اس کے بعد جاوا کے چند طالبعلمون نے جو ہالینڈ کی یونیورسٹیون مین تحصیل علم کر رہے ہین، اپنے ملک کے ناٹک کا ایک عمدہ نمونہ پیش کیا، جسمین سین اور آلاتِ موسیقی سب جاوی تھے، اس ناٹک کی بخلاف مغربی ناٹک کے مجھے یہ خصوصیت نظر آئی کہ تمام کھیل کے دوران مین ایک خاص قسم کا ساز بجتا رہا جس نے ایکٹرون کی تمام حرکات و سکنات کا ساتھ دیا، جب ایکٹ مین پھرتی یا تیزی آجاتی تو ساز بھی تیز ہو جاتا،

اس کے بعد ایک جاوی شخص نے ایک تماشا دکھلایا جس کو عربی مین طیف الخیال اور ترکی مین قرہ گوز فرانسیسی مین THEATRE D, OMBRES یا OMBRES CHINOISES اور جرمن مین

SCHATTENSPIEL کہتے ہین، اس کی مختصر کیفیت یون ہی، کہ ایک سفید پردہ تانکر اس کے پیچھے تیز روشنی کرتے ہین، پھر اس روشنی اور پردہ کے درمیان چمڑے سے بنی ہوئی چوڑی چپٹی پتلیان حائل کرکے پردہ پر عکس ڈالتے ہین اور مطلوبہ قصہ کہانی پیش کرتے ہین، اصول تقریبًا وہی ہے جو موجودہ سینما کا ہے، یہ کھیل غالبًا مشرق اقصٰی (چین) مین ایجاد ہوا اور مدت تک اس کا رواج اسلامی ملکون[1] مین بھی رہا،

جنس لطیف کی شرکت،

مشرق مین عورت چراغِ کاشانہ ہے، مغرب مین شمعِ خانہ ہو یا نہ ہو، مگر رونقِ محفل ضرور ہے، مشرقی اور مغربی معاشرت کا یہ وہ بین فرق ہے جس کا ظہور کانگریس کی تمام کاروائی مین از اول تا آخر بدرجۂ اتم ہوا، اور جنس لطیف نے اپنی شرکت سے ہر جلسہ اور محفل کو پُر لطف بنایا، اور ہمین معارف کی متانت اور سنجیدگی سے اعتذار کرتے ہوے اس امر کا اعتراف ہے کہ ہم ان کی جلوہ بار شرکت سے ناخوش نہین ہوے، خود صدر نے اپنے افتتاحی خطبہ مین مشرقی معاملات مین عورتون کی روز افزون دلچسپی کا ذکر کیا تھا، پہلے ہی روز جب "انفرمیشن بیورو" یا ایوانِ استقبال مین داخل ہوئے تو انکھون نے ایک خیرہ کن منظر دیکھا، تمام دفتر کا انتظام عورتون کے ہاتھ مین تھا، کانگریس کا ٹکٹ اور پروگرام اور دیگر متعدد کاغذات انھین کے دست سیمین سے وصول پائے، ان کی خوش اسلوبی، کشادہ پیشانی اور لطف آمیز توجہ سے ہمین یون معلوم ہوا کہ گویا ہم اغیار کے درمیان نہین ہین، دیگر محافل مین بھی میزبانی کی خدمات انھین خوش سلیقہ نازنینون سے متعلق تھین، بلکہ یون کہنا چاہئے کہ گرمیِ محفل انھی کے دم سے تھی، جب ان سے میل جول بڑھا تو معلوم ہوا کہ ان مین سے اکثر عمائدِ شہر اور پروفیسرون کی صاحبزادیان یا شاگردین تھین،

[1] معارف:۔ غالبًا اسی تماشے کا نام پانچوین صدی کے عہد سلجوقی مین "فانوس خیال" تھا، خیام اسی زمانہ کا شاعر کہتا ہے:

این چرخ فلک کہ ما درو حیرانیم ... "فانوسِ خیال" از و مثالے دانیم

خورشید چراغ آن و عالم فانوس ... ما چون صوریم کاندرو گردانیم

جنھون نے اپنی انمول خدمات کچھ عرصہ سے کانگریس کو دے رکھی تھین، اُن کی زباندانی نے ہم سے بلا ساختہ خراجِ تحسین وصول کیا کیونکہ تقریبًا سبھی انگریزی فرانسیسی اور جرمن مین سے کم از کم دو زبانین بول سکتی تھین، حیف ہوگا اگر ہم ان کی مہمان نوازی اور لطفِ توجہ کے شکریہ مین ان کے ذکرِ جمیل کو اپنے بیان کا حسنِ خاتمہ نہ بنائین،

بعض عورتون نے بعض شعبون مین اپنے مضامین بھی پڑھے، خود ہمارے شعبۂ اسلام کو ایک کافر ادا نے شرفِ حضوری بخشا، پہلے ہم نے خط و خال سے سمجھا کہ کوئی مصریہ ہین، مگر تعارف سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ہوروِٹس کی شاگرد اور فرانکفورٹ کے ایک یہودی خاندان کی چشم و چراغ ہین، السنۂ سامیہ انکا خاص موضوعِ درس ہے، اس ضمن مین عربی اور اہل عرب سے بھی دلچسپی ہے، میرے مقالے اور اس کے موضوع مین خاص دلچسپی کا اظہار کیا، اور اس کے سننے کا شوق ظاہر فرمایا، اگرچہ میرے مقالہ کا وقت ایک روز صبح سویرے تھا، تاہم شرفِ سماع سے نوازا، اور اس کی ایک کاپی مجھ سے طلب کی، ہم نے سمجھا کہ ہماری ناچیز محنت ٹھکانے لگی، اب انکا ایک آرٹیکل مفضل الضبی پر انسائکلوپیڈیا آف اسلام مین شائع ہونے والا ہے،

الغرض مشرقی کانگریس کا یہ پُر لطف ہفتہ جسمین طرح طرح کے مشاغل اور گوناگون مصروفیتین یکجا ہوگئی تھین، بخیر و خوبی ختم ہوا،

معارف کے پرانے پرچون کی ضرورت،

معارف کے حسب ذیل پرانے پرچون کی ضرورت ہے، جو صاحب علحدہ کرنا چاہین، وہ بقیمت ۶/ فی پرچہ عنایت فرمائین، پرچون کی تفصیل حسب ذیل ہے،

جلد اول ۱۹۱۶ء مین سے بابت ماہ جولائی، اگست ۱۹۱۶ء اور فروری ۱۹۱۷ء جلد دوم ۱۹۱۷ء مین سے بابت جولائی ۱۹۱۷ء، فروری، مارچ، اپریل، مئی و جون ۱۹۱۸ء جلد سوم ۱۹۱۸ء مین سے بابتہ ماہ جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۱۸ء، جنوری و فروری ۱۹۱۹ء جلد چہارم مین سے بابتہ ماہ جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۱۹ء ج ششم مین سے بابتہ ماہ اگست، ستمبر، دسمبر ۱۹۲۰ء ج ہفتم مین سے بابتہ ماہ فروری، مئی اور جون ۱۹۲۱ء ج ہشتم مین سے بابتہ ماہ جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، اور دسمبر ۱۹۲۱ء ج نہم مین سے جنوری، فروری، مارچ، مئی اور جون ۱۹۲۲ء ج دہم مین سے جولائی، اگست ۱۹۲۲ء ج ۱۲ مین سے دسمبر ۱۹۲۳ء ج ۱۳ مین سے جنوری، مئی اور جون ۱۹۲۴ء ج ۱۴ مین سے جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۲۴ء

۱۵ مین سے بابت ماہ جنوری، فروری و اپریل ۱۹۲۵ء

۱۶ مین سے " " جولائی، ستمبر ۱۹۲۵ء،

"منیجر دار المصنفین"

کرناٹک کی ایک منظوم تاریخ،

"انور نامہ اور اسکا مصنف"

از

جناب سراج الدین صاحب طالب حیدرآبادی،

انور نامہ علاقہ کرناٹک کی فارسی زبان مین ایک منظوم تاریخ ہے، جو نواب والاجاہ محمد علی خان کی فرمایش پر لکھی گئی ہے، اوسکے مصنف میر اسمٰعیل خان ابجدی ہین،

میر اسمٰعیل خان ابجدی میر اسمٰعیل خان ابجدی ملا محمد قاسم فرشتہ صاحب تاریخ فرشتہ کے بہنوئی سید شاہ میر بیجاپوری کے فرزند تھے انکا مسقط الراس موضع چنگل پیٹ ہے جو مدراس سے تقریباً چھبیس ۲۶ میل پر واقع ہی اور جسکی تعریف خود ابجدی نے اپنی تاریخ مین ان الفاظ مین کی ہی،

صنا دید کرناٹک دیر سال | بدین گونہ گشتند شیرین مقال
کہ پیر فلک را اگر قوت ست | توان گفت از آب چنگل پت ست
در ایام ماضی یکے شہر بود | بآبادیش شہرۂ دہر بود،
یکے مصر بود از بلاد دکن ، ، | کہ بودند امرائے ہند و دکن،
بزیبا زمین خانہ حور بود، | بسان صنم خانہ معمور بود،
بزرگان درو مسکنت داشتند | ز علم و عمل مایہ برداشتند،
گہر خیز حکمت چو یونان زمین، | بمغز فلاطون خرد آفرین،

چو بیت الشرف دور تر از بدی، | بلے مولد خاصہ ابجدی

ابجدی نے سن شعور کو پہنچکر اساتذہ عصر سے عربی و فارسی کے علوم متداولہ حاصل کئے، اور اس کے ایک عرصہ بعد نواب والاجاہ کی ملازمت مین داخل ہوئے جسکی سلسلہ جنبانی اس طرح ہوئی، کہ اسی سال جب کہ حسین دوست خان عرف چندا صاحب جنگ مین ہلاک ہوئے، محمد علی خان نواب والاجاہ اپنی قیام گاہ تھنجاور سے چیناپٹن پہنچے اور فرنگی کونڈہ مین جو چیناپٹن سے تقریباً تین کوس پر واقع ہے قیام گزین ہوئے، یہان ابجدی کا کلام نواب کے سننے مین آیا جس پر انھون نے ان کے حالات دریافت کئے، حاضرین مین سے کسی نے یہ خبر ابجدی تک پہنچائی، اور اونھون نے تقریب باریابی کے لئے ایک قصیدہ نواب والاجاہ کی مدح مین لکھا، اور کسی توسل سے حاضر خدمت ہوئے اور اپنا قصیدہ پیش کیا، نواب نے بہت تحسین کر تعریف کی، اوس کے بعد کہا کہ ہماری سرکار سے تمکو روپیہ ملیگا، ہمارے خاندان اور ہمارے عہد کی تاریخ نظم کرو۔"

ابجدی نے اسی کے بموجب سرکاری دفاتر و روزنامچہ جات مطالعہ کئے اور تاریخ نظم کرنی شروع کردی اور پانچ سال مین اس کام کو اختتام تک پہنچایا، چنانچہ وہ خود کہتا ہے، ؎

بسے رنج اندوختم سال پنج | کہ تا گشت این نامہ روشن چو گنج

یہ کتاب زیر تالیف تھی، اور تقریباً نصف حصہ ختم ہونے پایا تھا، کہ موسی لالی اور حسین دوست خان کے بیٹے رضا علی خان نے اقتدار حاصل کر کے چیناپٹن کا محاصرہ کر لیا، نواب والاجاہ وہان سے نکل بندر ناگپٹن سے جہاز پر سوار ہو کر تنجاور روانہ ہو گئے، ابجدی زمانہ محاصرہ مین چیناپٹن ہی مین رہ گئے تھے، کچھ عرصہ بعد اونھون نے بہ تبدیل ہیئت خشکی کے راستہ سے نواب والاجاہ مین حاضر ہوئے، والاجاہ نے (انور نامہ) کے بقیہ حصہ کی تکمیل کی فرمایش کی، اتفاق وقت مسودہ گم ہو چکا تھا، تعمیل حکم مین معذور رہے، کچھ دنون بعد وہ مسودہ توشک خانہ کے ایک صندوق مین موم جامہ مین لپٹا ہوا ملا، تو اوسکی تکمیل کی، نواب والاجاہ نے اوس کے صلہ مین ان کو چاندی مین تلوایا، چھ ہزار سات سو روپیہ وزن ہوا، یہ رقم دیدی گئی، اور نیز اوس کے علاوہ بیش قیمت خلعتون سے

سرفراز کیا،

تزکِ والاجاہی میں ان کا مفصل ذکر آیا ہے، اوس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اگرچہ انجدی کے ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ تھا، لیکن اس کے باوجود وہ شبانہ یوم میں دو چار ورق لکھ لیتے تھے،

انھیں فارسی زبان پر کامل عبور تھا، عربی بھی تھوڑی بہت جانتے تھے، فنِ شعر و دانش میں استاد تھے، فارسی کے علاوہ اردو میں بھی شعر کہتے تھے، ان کے فارسی اور اردو دیوان کا ذکر صاحب تذکرۂ گلزارِ اعظم اور صاحب تزکِ والاجاہی نے کیا ہے، ۱۱۸۹ھ میں انھیں ملک الشعرا کا خطاب دربارِ والاجاہی سے عطا ہوا، نواب والاجاہ نے اون کو عمدۃ الامرا اور امیر الامرا کی تعلیم کے لئے مامور کیا تھا، اور اسی تعلق سے ان دونوں کی شان میں اونھوں نے قصائد بھی لکھے ہیں،

امیر الامرا کی مدح میں جو قصیدے ہیں، اون میں سے ایک کا مطلع یہ ہے،

ہر عقدۂ مشکل کہ بیک مرتبہ واشد — از ناخنِ تدبیرِ امیر الامرا شد

صاحب تذکرۂ صبحِ وطن نے ان کے دیوان کے بعض اشعار اور غزلیات لکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا رنگِ تغزل قدما سے ملتا ہے، اسی طرح مثنویوں میں انور نامہ کے علاوہ چند اور مثنویاں بھی ہیں ان میں ایک ہفت جوہر ہے، جو بہرام گور کے احوال پر مشتمل ہے، اور ایک دوسری زبدۃ الافکار مخزنِ اسرار کے مقابلے میں لکھی گئی ہے اور اسی طرح دو اور مثنویاں مودت نامہ اور قصۂ راغب و مرغوب کے نام سے ہیں،

انجدی کا انتقال ۱۱۹۳ھ میں ہوا ہے، اور میلاپور (مدراس) کی مسجد کے صحن میں دفن ہوئے،

انور نامہ | انور نامہ کا ایک نسخہ دفترِ دیوانی و مال علاقۂ سرکارِ عالی میں موجود ہے، جسکی کتابت بندر چیناپٹن (مدراس) میں ۱۴ رجب ۱۲۰۳ھ کو تکمیل پائی ہے، اس اعتبار سے کہ مصنف سے اور تاریخِ اختتام کتابت سے قریب زمانہ میں مدراس ہی میں لکھی گئی ہے، یہ کتاب قابلِ وقعت ہے،

کتاب کا نام نواب والاجاہ کی فرمایش سے اوس کے خطاب "انور الدین خان" پر "انور نامہ" رکھا گیا ہے، چنانچہ انجدی کہتا ہے،

بگیتی برآور حدیثِ ثواب — بنامِ ہمایونِ ما کن کتاب

کتاب کے عنوانات نثر میں لکھے گئے ہیں، مثلاً سبب تالیف بیان کرنے کے بعد یوں ہے،

"در بیان آغاز داستان انور نامہ و ذکرِ ریاست و محاربات نواب انور الدین خان بہادر شہید رحمۃ اللہ علیہ پدر بزرگوار ممدوح"

کتاب حمد و نعت اور سبب تالیف اور خاتمۂ کتاب کے علاوہ جملہ سڑسٹھ (۶۷) ابواب پر مشتمل ہے، کتاب کا اختتام فتحِ پانڈیچری کے سال (۱۱۷۴ھ) ہی میں ہوا ہے، جیسا کہ خاتمہ کے ان اشعار سے ظاہر ہے ؎

ز ہجرِ جہان سیدِ پُر وقار — ہزار و صد و بود و ہفتاد و چار

ز فتحِ دل آویزۂ پھلچری — ہمان سال بود و ہمان داوری

شد این نامہ در جنبِ آن بنبتہ — مختتم مع الخیر والبرکتہ

آغازِ کتاب کے بعد ہی انور الدین خان اور اون کی اولاد کا کچھ ذکر کرکے فرانسیسیوں اور انگریزوں کا ذکر آیا ہے، انگریزوں کے طرزِ حکومت اور ان کے بعض اصطلاحات و الفاظ جیسے گورنر، کرنل، اڈمیرل، جنرل، کونسل وغیرہ کے معنی بتائے ہیں، اور اوسکی وجہ یہ بتائی ہے، کہ اس کتاب میں آگے جہاں کہیں ایسے الفاظ آئیں، تو اون کے معنی سمجھنے میں آسانی ہو، وہ اشعار جن سے بعض انگریزی الفاظ کے مفہوم و معنی معلوم ہوتے ہیں، ہم یہاں لکھتے ہیں تاکہ انجدی کے طرزِ تفہیم و ترجمہ کا اندازہ لگے، ؎

"ہر آنکس کہ سالارِ بندر شود — در انگریزیان نام گورنر شود (گورنر)

خداوندِ قوم ست و سردارِ فوج — کند فرقِ عزت ز پستی براوج

ز فرِ ہمی با مہابت بود — مدار المہامِ ولایت بود"

چو میرِ جہازات شد کس برآب — بود ادمیر (اڈمیرل) در زبانش خطاب

بہ بخشی گری ہر کہ شد سر بلند   بجندرال (جنرل) او را ملقب کنند

کمندرو (کمانڈر) کرنل (کرنیل) ہم ہر دو کس   بخدماتِ جنگی نواز د جرس

چنین گفت با من زبان دانِ شان   کپیتان بود در لغت قلعہ بان CAPTAIN

بقولِ دگر داستان در بسفت   سرِ صد نفر را کپیتان بگفت

حشم را بنامند از سولداد (سوبجر) ی   چنین ست قولِ فرنگی نژاد

زبانے کہ دارند از بجندری   صفوفِ پیادہ بود گارڈی (گارڈ؟)

بفرمود گویندۂ آن زبان   بکاف دری لفظ کارست دان

بمعنے بود صفِ شیرانِ جنگ   لغت ہست مخصوص قومِ فرنگ

بود ہر دو حرفِ اخیرش زیاد   زبان دانِ ہندی بغلطی فتاد

بجائے کہ از اتفاقِ ہمہ   بہ ضرورت چون شود [illegible]

بکونسیل (کونسل) نامند آن بزم را   در آن جا درستی بود عزم را

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ ابجدی نے انگریزی الفاظ کے معنی کس سلیقہ سے ہماری زبان کے مطابق بیان کئے ہین، ان اشعار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اونھون نے ضرورتِ شعری کے اعتبار سے الفاظ مین بہت کچھ تبدیل و تحریف کر لیا ہے، جیسا کہ کپیتان کہ دراصل کپتان اور سولداد (سوبجر) سولدر ہے، خود اپنی زبان فارسی کے الفاظ مین بھی عام استعمال کے خلاف حرکات و سکنات کی تحریف اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور تعقید کو روا رکھا ہے، اور اس کے متعلق شاعر کے اختیار کو اور خود اپنے عمل کو ان اشعار مین ظاہر بھی کر دیا ہے، ؎

جوازست بر شاعرِ دُر فشان   کہ مالا یجوز است بر غیرِ آن

بتقدیم و تاخیر پرداختن   بتعقیدِ الفاظ در ساختن

مرا نا گزیر ست در شاعری   شدم کاربند چنین داوری

واقعات تاریخی کے قلمبند کرنے مین غلو اور مبالغہ سے کام نہین لیا گیا، البتہ بعض ایسے واقعات کو جو انگریزی کمپنی سے متعلق ہین، نواب والاجاہ کی کارگذاری مین داخل کر لیا ہے، لیکن شاید اوسکی وجہ یہ ہو کہ اس زمانہ مین نواب والاجاہ محمد علی خان اور انگریزون سے ایسے روابط اور دوستانہ تعلقات تھے کہ بعض واقعات دونون کی جانب منسوب کئے جا سکتے ہین،

اظہارِ واقعات مین نزاکتِ تخیل اور نکاتِ شاعری کو ہاتھ سے جانے بھی نہین دیا ہے، مثلاً نامہ جنگ کی شہادت کا ذکر کرتے ہین، تو اون کے تخلص آفتاب کی مناسبت سے لکھتے ہین

بیت

شنیدم کہ روزِ امید و گزند   بیک نیزہ خورشید آید بلند

مگر روز [illegible] و آمد شتاب   کہ بر نیزہ اینک بود آفتاب

گو اس کتاب کے منظوم ہونے کی وجہ سے اوسکو تزکِ والاجاہی کے مقابلہ مین تاریخی اہمیت زیادہ نہین دیجا سکتی، تاہم یہ اس عہد کی عام تاریخون مین خاص اہمیت رکھتی ہے، اور اس قابل ہے کہ دکن اور کرناٹک کی تاریخ کی تدوین مین اسکو ماخذ بنایا جائے،

سنہ ۳۸ھ

مین

ہندوستان پر عربون کا حملہ

(اطالین زبان سے کائتانی کی تاریخ کبیر سے ترجمہ کیا گیا،)

از

جناب سید حسن صاحب برنی بی اے ال ال بی (علیگ) ایڈوکیٹ بلند شہر،

عرب و اسلام کے ابتدائی عہد ترقی مین مدنی خلافت اور ہندوستان کے باہمی تعلقات کے حالات جیسا کہ ہم قبل ازین بیان کر چکے ہین بہت کچھ پردۂ اخفا مین پڑے ہوئے ہین خاص ساحل ہند پر حملہ آوری کا پہلا نشان سنہ ۱۶ھ کے واقعات مین دکھائی دیتا ہی جو لوٹ سے آگے نہین بڑھتا لیکن تن کی کوتاہی جس کا نشا زیادہ تر حضرت عمرؓ کے حکم امتناعی کا اظہار رہی اس پہلی مہم کے واقعات کو مبہم چھوڑ جاتی ہے،

ہمین معلوم ہے کہ البحرین اور عُمان کے بعض حصے فوجی عربون سے آباد تھے، البتہ ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ جن عربون نے جہازی بیڑون مین کام کیا، وہ بھی خالص عرب تھے، یا اُن ملکون کے، رہنے والے تھے، جن پر مسلمانون نے حملہ کیا ہم نے اپنی تاریخ کے حوالہ بالا موقع (حالات سنہ ۱۶ھ) پر اس نظریہ کی طرف اپنا رجحان طبع ظاہر کیا ہی، کہ ملاح غالباً غیر عرب تھے، پہلی مہم کی نوعیت سے جو خطرناک طویل اور دشوار تھی، ظاہر ہے، نیز اس وجہ سے تھی، کہ یہ مہم ان مقامات کے متعلق جن پر حملہ کیا گیا صحیح اور مکمل واقفیت چاہتی تھی،

حضرت عمرؓ کی ممانعت بھی ممکن ہی اُس مہم کی قلیل کامیابی کا موجب ہوئی ہو،

حضرت عثمانؓ کی خلافت اور سنہ ۳۰ھ کے واقعات مین ہم نے ایک اور روایت ترجمہ کی ہے جسمین مسلمانون اور ہندوستان کے باہمی تعلقات کا ذکر ہی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ اس بار عربون کی مہم کا مقصد صرف تفتیش حالات تھا، اور وہ ہندوستان کے قریبی مقامات اور خاص ہند کی سیر تک محدود تھی، اس کے برخلاف وہ روایت جو حکیم بن جبلہ العبدی سے منسوب ہے، صرف بلوچستان کے ریگستانی علاقون یا زیادہ سے زیادہ سندھ کے مشرقی صحراؤن کے متعلق ہو سکتی ہی خلیفہ عثمان رضؓ نے اس مہم کو روک دیا حکیم کی روایت بنظر احتیاط دیکھے جانے کے قابل ہے،

برخلاف اس کے جو مہم سنہ ۳۸ھ مین مندرجہ ذیل روایت کے رو سے بھیجی گئی تھی، وہ ایک باضابطہ حملہ تھی، سچ یہ ہے کہ یہ روایت بھی موجودہ صورت مین بمشکل یقین کے قابل ہی، یا کم از کم مزید روشنی اور وضاحت چاہتی ہے، اس سال حضرت علیؓ ہر قسم کے خطرات مین گھرے ہوئے تھے، اور ان کی تمامتر توجہ سلطنت کے دشوار ترین مسائل مین مصروف تھی، مثلاً اپنے اور معاویہ کے قضیہ کا پنچون کے ذریعہ سے فیصلہ، خارجیون سے شدید مقابلہ اور اس پرشور و شورش حال کے مہلک نتیجہ کے طور پر اندرونی بدنظمیان، اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہین، کہ اگر یہ روایت صحیح ہی تو وہ کسی ایسی مہم کے متعلق نہین ہو سکتی، جس کی تجویز حضرت علیؓ نے فرمائی ہو، یا جس کا حکم اونھون نے دیا ہو، غالباً یہ مہم کسی ایسے مسلمان سردار یا سرحدی سپہ سالار نے جو کارنمایان دکھانے کا شائق اور مال و متاع اور حکومت مرکزی سے آزادی کا جویا تھا، ترتیب دی تھی،

ہمین یاد رکھنا چاہیے کہ سنہ ۳۸ھ مین حضرت علیؓ کی حالت پہلے سے زیادہ خطرہ مین گھری ہوئی تھی یہان تک کہ بجز فارس کے جہان سنہ ۳۹ھ مین انھین خود اپنے مضبوط عامل زیاد بن ابیہ [1] کی حکومت کو مدد دینے کیلئے جانا پڑا، ایران کے تمام دیگر اقطاع پر ان کا اثر برائے نام رہ گیا تھا حتی کہ اس جنگ مین جو امیر معاویہ کے خلاف ہوئی، اہل کوفہ پر بھی بھروسہ نہین کیا جا سکتا تھا، وہان نہ فوج ملی نہ رسد، کوفہ پر بھی ان کا اقتدار حقیقی نہ تھا، غالباً مشرقی اور شمالی عرب بھی اسلامی حکومت کے اس خلیفہ کے اثر سے ایک بڑی حد تک آزاد تھے،

ان حالات کی تائید اُس قبیلہ (عبد القیس) کے نام سے بھی ہوتی ہے، جس سے الحارث بن مرہ کا جو کہ اس

[1] معارف: ابن اثیر ج ۳ ص ۲۱۳ مین اس کا نام زیاد بن امیہ ہے،

مہم ۳۸ھ کا سردار تھا تعلق تھا، غالباً ۳۸ھ کی طرح اس مرتبہ بھی یہ مہم بحرین یا عمان سے روانہ ہوئی جس کا باعث

اس علاقہ کی کوئی عرب جماعت ہوئی، جو ملکی بدنظمی سے فائدہ اوٹھانا چاہتی تھی، جس طرح ان ملکون کے سردارون نے

حضرت عثمانؓ کے حکم کی پروا نہین کی، اسی طرح اس بدنظمی کے دور مین بھی عمل ہوا،

یہ بیان ابھی زیادہ قابل غور ہے، کہ جو عرب اس مہم پر گئے، وہ وہین رہ گئے، اس سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ یہین سے

کہ اس مہم کا مقصود ترک وطن تھا، یہ بھی غور طلب ہے کہ الحارث کی موت ۴۲ھ مین یعنی خلیفہ معاویہؓ کے واقع ہوئی جن کے

قبضہ مین کل سلطنت تھی، اور جنھون نے صوبجات کی بدنظمیون کو دور اور اُن خودمختارون کا استیصال کر دیا تھا، جو رات دن

کی بدنظمیون کے پیدا ہو گئی تھین،

ہمارا یہ مطلب نہین ہے، کہ معاویہ نے اس منچلے عرب سردار کو مروا دیا، بلکہ اغلب یہ ہے کہ جب معاویہ نے تمام

سلطنت پر قابو پا لیا تو ایسے خودمختار لوگ خود بخود غائب ہو گئے، جس کی وجہ سے اس روایت مین ان کی موت بیان

کی گئی ہے،

لیکن یہ ممکن ہے کہ یہ روایت بالکل صحیح ہو، اسلئے کہ القیقان کی ہندوستانی آبادی نہایت جنگجو تھی، جو عربون

کو بہت تنگ کرتی رہتی تھی، آگے چل کر کئی مرتبہ ہمین القیقان مین مسلمانون کی شکستون کا حال معلوم ہوگا،

القیقان کے متعلق بھی ایک لفظ کہہ دینا ضروری ہے، ان متون مین کسی سے واضح نہین ہوتا، کہ اس خطہ

سے مراد کونسا علاقہ ہے، نہ وہ جغرافیائی قاموسین ہی جو ان تاریخون سے ماخوذ ہین، اس پر کچھ روشنی ڈالتی ہین، مثلاً

یاقوت نے ہندوستانی نامون کے عربی تلفظ کی غلطیون کو بتاتے ہوئے البلاذری کے اُس مقام کو جسمین اس کا ذکر ہے،

مع تاریخی اور جغرافیائی حواشی کے جو اس مصنف نے دیے ہین نقل کر دیا ہے،

بعد کے مصنفون کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ القیقان دریاے سندھ کے بالائی حصے سیستان اور ملتان کے

کے مابین واقع اور ترکون کے حملے کیلئے کھلا ہوا تھا، اُس زمانہ مین وہ ایک صحرا کی حیثیت رکھتا، اور گھوڑون کی نسل کیلئے

بہت موزون تھا، اس لئے یہ ممکن ہے، کہ القیقان موجودہ افغانستان کا ایک ہندوستانی صوبہ ہو جو کہ سندھ کے شمال

مین واقع تھا، ممکن ہو کہ موجودہ صوبہ پنجاب کا ایک جزو ہو،

علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف نے روایت کی ہے، کہ ۳۸ھ کی اخیر اور ۳۹ھ کے شروع مین بزمانۂ خلافت

حضرت علی بن ابی طالبؓ ان حدود کی طرف الحارث بن مرۃ العبدی باختیار خود و بعد اجازت حضرت علیؓ فتحیاب ہوا

اور مال او قیدی حاصل کئے اور ایک دن مین ایک ہزار مویشی تقسیم کئے،

بعد مین وہ بجز چند کے تمام ساتھیون کے ساتھ القیقان کے ملک مین مارا گیا، اور اوسکی

موت ۴۲ھ مین ہوئی، القیقان ہندوستان کے صوبۂ سندھ کا وہ حصہ ہے، جو خراسان سے ملا ہوا ہے (البلاذری ص ۴۳۲ [1]

نیز دیکھو ابن الاثیر ج ۳ ص ۳۲۱، ۳۲۳، جہان اس واقعہ کا تذکرہ ۳۹ھ مین کیا گیا ہے، تغزابردی قلمی نسخہ

پیرس ۵۵ ا ص ۷۷، نویری قلمی نسخہ لائیڈن ج ا ص ب ۱۳۴، یاقوت ج ۴ ص ۲۱۲)

[1] البلاذری کا اصل متن حسب ذیل ہے:-

"فلما کان آخر سنه ۳۸ و اول سنه ۳۹ فی خلافة علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه

توجه الی ذالک الثغر الحارث بن مرة العبدی متطوعاً باذن علی فظفر واصاب مغنما وسبیا

وقسم فی یوم واحد الف راس، ثم انه قتل ومن معه بارض القیقان الا قلیلا وکان

مقتله فی سنه ۴۲، والقیقان من بلاد السند مما یلی خراسان (ص ۴۳۸ طبع اول

مطبع الموسوعات قاهره سنه ۱۳۱۹ھ)

کتبخانۂ حبیب گنج
کی
فہرستِ کتب کا گوشوارہ.

از نواب صدر یار جنگ مولینا حبیب الرحمن خان شروانی.

سابق مین اپنے کتابخانہ کی قلمی سرمایہ کی فہرست مرتب کرنے کی اطلاع معارف کے ذریعے سے اہل علم کو کی تھی، اوسکے بعد ایک مرحلہ اور طے ہوا، اپنے ذوق کے مطابق ایک گوشوارہ تیار کیا ہی، اوسکے عنوان بھی خود ہی تجویز کیے ہین، قارئین معارف کی خدمت مین اصلاح و اطلاع کے لئے پیش کرتا ہون، ممکن ہے دوسرے کتابخانہ ان مین سے کسی عنوان کو اپنے لئے پسند فرمائین، اس گوشوارہ کا خیال یون بھی ہوا کہ ایک امریکن خاتون یہان صرف مطلا و مذہب کتابین دیکھنے آئی تھین، دکھائی گئین، مگر فہرست جداگانہ نہ ہونے سے ملاحظہ تام نہ ہو سکا گوشوارہ کے عنوان حسب ذیل ہین، عنوان چونکہ جدید ہین، اس لئے شاید نامانوس ہون یا ناموزون، عدم موزونیت کی اصلاح کا اربابِ ذوق سے آرزومند رہون گا.

(۱) الذہبیات:۔ اس عنوان کے تحت صرف وہ کتابین ہین، جو طلائی کام کے لحاظ سے امتیاز رکھتی ہین، ان کتابون کی مدد سے مختلف عہدون اور ملکون کے انداز اور ذوق کا پتہ لگ سکتا ہی، ماوراء النہر ایران، عرب، ترکی، کشمیر، ہندوستان وغیرہ ممالک کا ہنر سامنے آجاتا ہے، مختلف ادوار کی ترقی و تنزلِ مذاق کا پتا لگ سکتا ہی،

(۲) الخطاطیات:۔ اس عنوان کے تحت مین مسلم خطاطون کے قلم کی کتابین درج ہین، مثلاً میر عماد، میر علی کاتب وغیرہ،

(۳) الخطیات:۔ یہ وہ کتابین ہین، جو اعیان ملک کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین، یا اون کے خطوط سے مزین ہین، مثلاً ابوالحسن آصف خان شاہجہانی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی،

(۴) المجلدات:۔ قدیم جلد سازی کے نمونے،

(۵) السلطانیات:۔ جن کتابون کا سلاطین سے خاص تعلق ہے وہ اس عنوان مین لکھی گئی ہین، مثلاً ابراہیم عادل شاہ کے کتاب خانہ کی، "پیشکش شاہزادہ عالیجاہ اعظم شاہ بحضرت عالمگیر بادشاہ در سنہ جلوس"،

(۶) الفتوحیات:۔ وہ کتابین جو سلاطین کے کتابخانون مین فتح کے مال غنیمت مین سے داخل ہوئین، مثلاً مثنوی گوے چوگان ملا عارفی، نوشتہ میر علی کاتب جو عالمگیر بادشاہ کے کتابخانہ مین فتح گولکنڈہ کے مال غنیمت مین سے داخل ہوئی،

(۷) المقامیات:۔ وہ کتابین جن پر مقامِ تحریر وغیرہ درج ہی مثلاً قسطنطنیہ، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بلخ بخارا وغیرہ، دار السلطنتون سے لیکر دیہات تک سب درجون کے مقام اس فہرست مین ہین، کبھی ہمارے علمی فیض سے ایک عالم منور تھا، اب یاد ہے اور حسرت، ایک مقام قوصون ہی معجم البلدان مین اس کا پتا نہین، شاید اہلِ معارف پتا بتا سکین،

(۸) الختمیات:۔ جن کتابون مین مہرین ہین، اس فہرست سے ذوقِ ادب کے سوا مہرون کی تاریخ عیان ہو جاتی ہے، بعض مہرین کسقدر دلگیر ہین، "نظام الدین بیچارہ نہ این نہ آن"، "این نیز بگذرد" اس مہر کو بار بار پڑھا، کتاب کو دیکھا، دل نے کہا آخر گذر ہی گیا، جب سے اب تک خدا معلوم کیا کیا، اور کون کون گذر گیا، ایک عجب مہر ہے، جو مدور بڑی امراء شاہی کی شان کی نہایت خوشخط واضح الحروف ہے، الفاظ بجنسہ نقل کیے جاتے ہین، شاید کسی طرف سے روشنی پڑے، کہ یہ کون امیر تھے، کس نسل یا ملک کے،

محمد شاہ بادشاہ غازی ۱۱۵۰

دو تینگ ویل ور سانون فدوی

یہ مہر جس کتاب پر ہے وہ زبور کا ترجمہ ہے،

(۹) الاقاربیات :- یہ وہ کتابین ہین، جن کا میرے رشتہ دارون سے تعلق ہے، اون کی تالیف ہین، حواشی سے مزین ہین، فرمایش سے لکھی گئین، یا اون کے کتابخانون سے ملین وغیر ذالک،

(۱۰) الاستاذیات :- اس عنوان مین وہ کتابین رکھی گئی ہین، جو میرے استاذون کے سلسلہ مین سے کسی بزرگ کی لکھی ہوئی ہین، یا محشّٰی بقلم خاص ہین، یا اون کے خط سے کسی دوسرے عنوان سے مزین ہین، وغیر ذالک،

(۱۱) الحسنیات :- ان مین وہ کتابین ہین جو بلحاظ خط نادر ہین (نمبر خطاطیات)

(۱۲) القرطاسیات :- اس مین کاغذون کے اقسام دکھائے گئے ہین، مثلاً گجراتی، سمرقندی، خان بالغ وغیرہ،

(۱۳) العتیقات :- نوین صدی ہجری یا اوس سے قبل کی کتابین، سب سے قدیم نسخہ، پانچوین صدی کا ہے،

(۱۴) المخطوط :- اس مین مختلف خطون کی تشریح ہے، مثلاً خط نسخ عربی، بغدادی، ایرانی، کشمیری، ہندی، خط بہاری وغیرہ،

(۱۵) المصنفیات :- بخط مصنف یا نسخہ مصنف سے منقول، یا مقابلہ شدہ وغیرہ، مثلاً الاجوبۃ الاسولۃ للامام القشیری خود امام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی،

ابتہاج الاکباد بارباح فقد الاولاد - للحافظ شمس الدین سخاوی، اون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی (بعض حصے)

تلخیص و تبصرہ

تہذیب مغرب کی خودکشی،

ضبط ولادت (برتھ کنٹرول) کا مسئلہ یورپ و امریکہ کے لئے جس درجہ اہم ہو رہا ہے اُس کا اندازہ سطور ذیل سے ہوگا جو رسالہ لٹریری ڈائجسٹ (نیویارک ۹؍ جولائی ۱۹۳۲ء) کے ایک مقالہ سے نقل کی جاتی ہین، جو لوگ اس تحریک کے حامی ہین، ان کے نزدیک موجودہ اقتصادی دشواریون کا حل بہت کچھ اسکی کامیابی پر منحصر ہے، اور بعض "مصلحت بین" نگاہون کو اس تاریکی مین بھی روشنی نظر آرہی ہے، چنانچہ بوسٹن کا اخبار "ہیرلڈ" لکھتا ہے کہ "شرح پیدائش کا یہ انحطاط بالآخر بے روزگارون کی تعداد گھٹا دیگا" اور لندن کا "ڈیلی ہیرلڈ" اپنی تسکین کے لئے یہ کافی سمجھتا ہے کہ "اگرچہ بچون کی تعداد بہ نسبت پہلے کے اب کم ہوگئی ہے، تو بھی قوی احتمال ہے کہ اپنے اوصاف کے لحاظ سے وہ اس وقت بہتر ہین، نیز یہ کہ اون کے والدین اب بہتر طریقہ پر انھین اپنے پیرون پر کھڑے ہونے کے قابل بنا سکین گے، اور یہی اصلی فائدہ ہے"، عرصہ ہوا مشرق کے شاعر نے پیشنگوئی کی تھی، کہ

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا،
(اقبال)

اسکی تصدیق آج خود مغرب کی زبان سے ہو رہی ہے، اور جس خطرہ کا احتمال تھا وہ اب آنکھون کے سامنے ہے، ضبط ولادت کی تحریک جس نے آج اتنی تشویشناک شکل اختیار کر لی ہے، حقیقۃً صرف ایک سبب ہے، منجملہ مختلف اسباب کے جو انفرادی اور اجتماعی طور پر تہذیب مغرب کا شیرازہ بکھیرنے مین مصروف ہین، ڈاکٹر اسپنگلر اس تحریک کا سبب "عشقِ

مذہبی کا انتشار، نفسیاتی بیچینی، عورتون کی آزادی اور اقتصادی حالات بتاتے ہین، لیکن اصل یہ ہے کہ ان مین ہر ایک نتیجہ ہے اُس نفس پرستی کا جو مغرب کی فطرت ثانیہ بن گئی ہے اور جس کی کارفرمائی تہذیب و معاشرت کے ہر پہلو مین یکسان نمایان ہو، فطرت اپنا انتقام لے کر رہتی ہے اور اُوس کے قوانین کا تسلط امیر و غریب، حاکم و محکوم، متمدن و وحشی سب پر ہمیشہ سے قائم ہو، مغرب کا موجودہ انتشار جو تمدن کے ہر شعبہ مین ظاہر ہو کر اوسکی بنیادون کو ہلا رہا ہے، انھی قوانین فطرت کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے، وہان کے بعض اہل نظر مرض کی تشخیص کر رہے ہین لیکن جب خود مریض کے نزدیک مرض ہی عین صحت ہو، تو پھر صحت کی توقع کون کرسکتا ہو؟

بہرحال مضمون مذکور کا خلاصہ حسب ذیل ہو،

ضبط ولادت (برتھ کنٹرول) کی تحریک سے گھوارے خالی ہو رہے ہین، اگر شرح پیدایش کا یہ انحطاط جاری رہا اور اسے روکا نہ گیا، تو اس کے یہ معنی ہین کہ ایک قلیل مدت مین (DECADES) مغربی تہذیب و تمدن کا خاتمہ ہو جائے گا، انگلستان، فرانس، جرمنی، اور اٹلی کی شرح پیدایش کے تازہ ترین اعداد و شمار سے یہ پورے طور پر ثابت ہے کہ یورپ کی تمام بڑی قومون کی آبادی روز بروز گھٹ رہی ہے، ان اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی صدی سے شرح پیدایش مین تشویشناک طریقہ پر کمی ہو رہی ہے، اس ملک (امریکہ) مین بھی شرح پیدایش کی فطری ترقی انحطاط کی جانب مائل ہے،

ڈیلی میل (لندن) کا بیان ہو کہ سال (۱۹۳۱ء) کی اول سہ ماہی مین انگلستان اور ویلز مین پیدایش کا اوسط رجسٹرار جنرل کے اندراج کے مطابق (۱۵/۲) فی ہزار تھا، اس حصہ سال مین کبھی اتنا کم اوسط نہین ہوا تھا، ۱۹۳۰ء مین پیدایش کا اوسط (۲۰/۲) تھا، اس انحطاط کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی تردد خیز ہے کہ اس عرصہ سال مین شرح اموات شرح پیدایش سے بڑھ کر تھی یعنی (۱۵/۲) کے مقابلہ مین (۱۵/۴) اموات کی تعداد ولادت کی تعداد سے (۱۲/۴) زیادہ تھی، شرح پیدایش کا یہ انحطاط کوئی عارضی انحطاط نہین ہے، بلکہ روز بروز زیادہ طاقت حاصل کرتا جاتا ہو، اس سہ ماہی مین لندن کی شرح پیدایش صرف (۱۴/۶) تھی، انگلستان کے (۱۱۷) بڑے شہرون مین

شرح (۱۵/۶) تھی یعنی تمام ملک کی شرح پیدایش سے کچھ ہی زیادہ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انحطاط ایک قومی انحطاط ہے اور صرف شہرون ہی تک محدود نہین ہے،

ڈیلی میل لکھتا ہے کہ دوسرے ملکون مین اکثر شہرون کی شرح پیدایش اس سہ ماہی مین لندن سے کم تھی، اعداد و شمار حسب ذیل ہین:۔

برلن	۸/۸	اوسلو (ناروے)	۸/۵
ڈرسڈن	۸/۹	پیرس	۱۴/۵
لائپزگ	۱۰/۸	نیویارک	۱۵/۹
میونک	۱۰/۰	شکاگو	۱۴/۳
ہیمبرگ	۱۱/۱		

شرح پیدایش کے انحطاط کا بڑا سبب تحریک ضبط ولادت کی ترقی ہی، جسکی مخالفت حقیقۃً صرف ایک ہی بڑی جماعت یعنی کلیسائے روم کی طرف سے ہو رہی ہے، اس صورت حال سے اس امر کی توجیہ کسی حد تک ہو سکتی ہے، کہ میڈرڈ مین پیدایش کا اوسط کیون (۳۱/۱) تھا، یعنی یورپ کے دوسرے دارالسلطنتون کا [illegible] دو چند،"

اسپین، پرتگال اور آئرلینڈ مین جہان رومن کیتھولک مذہب جاری ہے اس صدی کے ابتدائی سالون کی بہ نسبت ۱۹۲۶ء سے آبادی کی فطری رفتار مین اضافہ ہو رہا ہے، برخلاف اس کے انگلستان، جرمنی، ناروے، سوئڈن اور بلجیم مین یہ فطری ترقی اب پچیس (۲۵) سال پیشتر کے مقابلہ مین گھٹ کر صرف ایک چوتھائی رہ گئی ہے، آسٹریا اور فرانس، اگرچہ یہ ممالک بھی رومن کیتھولک ہین، نیز سوئزرلینڈ مین یہ تخفیف پچاس فی صدی سے زیادہ ہی،

ڈیلی میل کے نامہ نگار کے بیان کے مطابق پیدایشون کی تخفیف سے فرانس مین سخت تشویش پھیل رہی ہے وہ لکھتا ہو کہ یہ مسئلہ اتنا اہم ہو گیا ہے کہ جہان ۱۹۳۰ء مین (۲۵۸۰۰۰) نوجوان فوج مین بھرتی ہوئے تھے، وہان اندازہ کیا

کہ ۱۹۳۵ء میں صرف (۲۴۰۰۰) داخل ہون گے، ۱۹۲۵ء مین فرانس کے ہر اوسط خاندان نے چار بچے پیدا کئے تھے، ۱۹۵۰ء مین تین بچے ہوئے، اور آج اوسط صرف (۲ء۲) ہے، اگر شرح پیدائش کا یہ انحطاط اپنی موجودہ رفتار کے ساتھ جاری رہا، تو تخمینہ یہ ہو کہ پچہتر سال مین آبادی تقریباً نصف گھٹ جائیگی،

برلن سے اطلاع آئی ہے کہ ۱۹۳۲ء مین شرح پیدائش (۱۶) فی ہزار تھی اور جہان تک اندراجات سے معلوم ہوتا ہے، یہ وہان کی پست ترین شرح تھی، گذشتہ سال جرمنی کی (۳۶۰۰۰۰۰۰) آبادی مین ولادتون کی تعداد اموات کی تعداد سے (۲۰۵۵۲۵) زیادہ تھی، حالانکہ ۱۹۳۰ء مین یہ زیادتی بقدر (۴۱۶۶۰۰) کے تھی، لیکن برلن مین اموات کا شمار ولادتون کی تعداد سے (۱۰۷۱۸) زیادہ تھا،

اٹلی مین گذشتہ پانچ سالون سے شرح پیدائش مین کسی قدر تخفیف نمایان ہی، ۱۹۲۷ء مین شرح پیدائش (۲۷) فی ہزار تھی، ۱۹۳۱ء مین گھٹ کر (۲۵) ہوگئی، ۱۸۸۴ء مین یہ شرح (۳۹) تھی، اور ۱۹۰۰ء مین (۳۳)

ممالک متحدہ امریکہ مین شرح پیدائش ۱۹۲۱ء مین (۲۴ء۳) تھی جو ۱۹۳۰ء مین (۱۸ء۹) تک اتر آئی ۱۹۳۱ء مین پولینڈ کی (۳۱۰۰۰۰۰۰) کی آبادی مین ولادتون کی تعداد اموات کی تعداد سے (۵۲۶۰۰۰) زیادہ تھی، اور اوس سال کی شرح پیدائش (۳۲ء۶) ۱۹۲۹ء کی شرح پیدائش سے کسی قدر بڑھی ہوئی تھی،

خود امریکہ کا یہ حال ہے کہ اوس کے چودہ بڑے شہرون مین ولادتون کی تعداد کم ہوگئی ہی، مٹروپولیٹن لائف انشیورنس کمپنی کی طرف سے جو اعداد و شمار شایع ہوئے ہین، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مین سے ہر شہر کی شرح پیدائش ۱۹۳۲ء مین کم ہوگئی ہے، بوسٹن مین کمی (۲۲) فی صدی تھی، اور ڈٹرائٹ مین (۱۷) فی صدی، ممالک متحدہ کے بڑے شہرون مین پٹس برگ ہی ایک ایسا شہر تھا، جسکی شرح پیدائش (۲۰) فی ہزار سے زیادہ تھی، لیکن بعد ان بھی ۱۹۳۲ء کے اعداد و شمار کے لحاظ سے یہ شرح (۷) فی صدی سے زیادہ گھٹ گئی تھی، ان شہرون مین سے پانچ ایسے تھے جن کی شرح اموات مین ترقی پائی گئی، اور جہ مین تخفیف دیکھی گئی، ڈٹروائٹ اور ملواکی کے نام موخر الذکر مین سب سے پہلے ہین، شہر نیویارک کی شرح اموات مین بہت خفیف اضافہ پایا گیا، یعنی ایک فی صدی سے بھی کم،

غرض معلوم یہ ہوتا ہے کہ تمام مغربی تہذیب و تمدن عنقریب فنا ہو جانے والا ہے، یہ صورت حال کسی خلقی جسمانی کمزوری کا نتیجہ نہین ہی بلکہ اس امر پر عام طور سے اتفاق رائے معلوم ہوتا ہے، کہ مغربی تہذیب خودکشی کر رہی ہے، "ڈیلی میل" کی رائے ہے کہ پیدائشون کی تعداد مین تخفیف کا اصلی اور واضح سبب ضبطِ ولادت کی تحریک ہے، جسے بالعموم لوگون نے اختیار کر لیا ہی چنانچہ لکھتا ہے کہ "وہ وقت بہت دور نہین ہے کہ برطانیہ عظمی کی آبادی مین اضافہ موقوف ہو جائیگا، اور وہ بالکل رک جائیگی، چند سال ہوئے پروفیسر بولے نے تخمینہ کیا تھا کہ بیس برس کے بعد یہان کی آبادی (۴۸۰۰۰۰۰۰) تک پہونچ جائیگی، اور پھر اس کے اوپر نہ بڑھے گی لیکن اب عمومیت کے ساتھ اس رائے پر اتفاق ہے کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے"

اس نظریہ کی تصدیق کہ شرح پیدائش مین جو عام انحطاط ہے وہ تحریک ضبطِ ولادت کی وجہ سے ہی، ڈاکٹر اے سینگیمر ٭ نگار پروفیسر معاشیات اریزونا یونیورسٹی کے بیان سے ہوتی ہے، وہ اس تحریک کا سبب عقائد مذہبی کے انتشار نفسیاتی بے چینی، عورتون کی آزادی، اور اقتصادی حالات کو قرار دیتے ہین، وہ لکھتے ہین "یہ امر کہ ضبط ولادت ہماری معاشرت کا ایک ضروری جزو ہوگیا ہے، اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اس کی شدید مخالفت [illegible] منظم جماعت یعنی کلیسائے رومہ کی طرف سے ہو رہی ہے، اگرچہ اب اس مخالفت کا اثر روز بروز کم ہو رہا ہے،

"ع ز"

عیسوی مذہب مین شیطان کا عقیدہ،

چند روز ہوئے ڈاکٹر دستور پادری نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی کی ایک مجلس مین یہودیت، ملائکہ اور جنات پر ایک دلچسپ تقریر کی اس سلسلہ مین اونھون نے بیان کیا:-

یہودیون کی طرح عیسائی بھی بے شمار جنات، فرشتون اور ملائکہ مقربین کا یقین رکھتے ہین، وہ کہتے ہین کہ ملائکہ مقربین چار ہین، جبرئیل (گبرائیل) عزرائیل (یوریل) اسرافیل (رافیل) اور میکائیل (میکیل) یہ چارون خدا کے

کے پیغامبر خیال کئے جاتے ہین، کہا جاتا ہے کہ جبریل نے حضرت عیسیٰؑ کے بطن مادر مین آنے کی اطلاع دی تھی اور
وہی حضرت زکریاؑ کے پاس بھی آئے تھے، اسرافیل نے طوبیاس کے پاس آکر اون کو ایک نسخہ دیا تھا، جبریل اور میکائیل
کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ جس روز حضرت عیسیٰؑ مزار سے باہر تشریف لائے تھے، حواریون نے انھی دونون فرشتون کو
مزار پر پایا تھا، یہ ملائکہ مقربین اہل ایمان کی دعائین آسمان پر لیجاتے ہین، اور جب خدا انسانون کو سزا دینا چاہتا
ہے تو اوس کا غصہ زمین پر لاتے ہین، یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ چارون فرشتے قیامت کے روز دنیا کے ہر گوشہ مین ایک
ہیبت ناک صور پھونکین گے، لیکن مسیحی علمار کی خیال آرائیان زیادہ تر شیطان اور اوس کی
ذریات سے متعلق ہین،

اگرچہ دنیا کی پیدایش کی نسبت عقیدہ یہ ہے کہ اسے ایک نیک خدا نے پیدا کیا ہے تاہم
یہ عقیدہ بھی تھا کہ دنیا مین جتنی برائیان پائی جاتی ہین وہ خدا کی پیدا کی ہوئی نہین ہوسکتین، پس جو لوگ بدی
کے وجود کی کوئی دوسری توجیہ نہین کرسکتے تھے، ان کے دماغ مین ایک ایسی خبیث روح کا تخیل قدرتی طور پر
آیا جو ازل سے خالق اکبر کی مخالفت کر رہی ہے، سوال یہ تھا کہ وہ کونسی خبیث روح ہوسکتی ہے جس نے اتنی
دلیری کے ساتھ اپنے خالق سے بغاوت کی، اس مین شک نہین کہ اس کا نام شیطان تھا، وہی جس نے
حضرت عیسیٰؑ کو بہکانے کی جرأت کی اور جسے حضرت عیسیٰؑ نے "مُضِل" (شہزادۂ ظلمت) فرمایا تھا، شیطان کے وجود
اور انسانون کے خلاف اوس کے شیطانی منصوبون مین مسیحی علمار کو ذرا بھی شبہہ نہ تھا، کیونکہ حضرت عیسیٰؑ نے خود
اوس کی تصدیق کی تھی اور اپنے پیرون کو شیطان کی شرارت سے متنبہ کر دیا تھا، جس موضوع سے دراصل ان
علما کو دلچسپی تھی وہ شیطان کی اصل اُس کے زوال کی وجہ اور اُس کے افعال کی کیفیت تھی،

اوس کی اصل کے متعلق بہت کچھ اختلاف آرا تھا، بعض علمائے مذہب ٹرٹولین (TERTULLION
لکٹنیس (LACANTIUS) نیسا کے گریگری (GREGORY OF NYSSA
اور سینٹ ٹامس اکینس (ST THOMAS AQUINAS) کا خیال تھا کہ وہ ایک مقرب فرشتہ بنایا گیا تھا

لیکن اوس کے زوال کا سبب خدائے تعالےٰ کے خلاف اوس کی بغاوت ہوئی، دوسرے علما، مثلاً سینٹ جان
دمشقی (St. John of Damascus) اُسے کم رتبہ کا فرشتہ سمجھتے تھے، رہا اوس کا زوال سو اوس کے
متعلق بہت اختلاف تھا،

سینٹ جسٹن (St. Justin) کا خیال تھا کہ اوس نے اور بعض دوسرے فرشتون نے زمین
پر عورتون سے تعلقات پیدا کرلئے تھے، دوسرون کی رائے تھی کہ شیطان کا زوال دوسرے شریر فرشتون کے زوال
سے بالکل علیحدہ تھا، اور ان دونون مین کوئی اشتراک نہ تھا، بعض علما نے اُس کے زوال کا سبب حسد بتایا ہے
یہ خیال ٹرٹولین، سینٹ سپرین (St. Cyprian) سینٹ گریگری اور لکٹنیس کا تھا، برخلاف اسکے
اوریجن (Origen) کی رائے تھی کہ زوال کا سبب تکبر تھا، اور اوس کی اس رائے سے سینٹ
ہلاری (St. Hilary) سنٹ ایمبرو (St. Ambrose) اور سینٹ جروم (ST JEROM)
کو بھی اتفاق تھا، اس مسئلہ پر سب سے زیادہ مستند رائے سینٹ آگسٹائن (St. Augustine) کی ہے
وہ لکھتے ہین، "یہ صرف تکبر ہی ہے جس کے باعث شیطان کو سزا دیجائے گی حقیقت یہ ہے کہ وہ پہلا گناہگار ہے،
اوس نے زنا نہین کی، شراب نہین پی، چوری نہین کی، محض تکبر نے اوسے گرایا"

دوسرا موضوع بحث جس پر بعض علمائے مذہب نے کافی دماغ سوزی کی، یہ اہم سوال تھا کہ شیطان نے
کیا تکبر کیا، نزیانس کے سینٹ گریگری (St. Gregory of Nazianus) "اپنے خطبات" مین صاف
لکھتے ہین کہ وہ اپنے خدا کو تسلیم کرانا چاہتا تھا،
پروڈنٹیس (Prudentius) کا بیان ہے کہ شیطان یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ
وہ خود بخود پیدا ہوگیا ہے، برخلاف اوس کے سینٹ اینسلم (St. Anselm) کا خیال تھا کہ شیطان
خدا بننا نہین چاہتا تھا، بلکہ جو وقت اوس کے خالق نے مقرر کیا تھا اوس کے پہلے ہی وہ خدا کے دیدار سے مشرف
ہونا چاہتا تھا، ریوپرٹ (Rupert) اور پروڈنٹیس اس رائے پر متفق تھے کہ شیطان خدا کی طرح

اپنی پرستش کرانا چاہتا تھا، عام عقیدہ یہ ہے، کہ تکبر، خدا کے مثل بننے، اور اوسی کی طرح پوجے جانے کی خواہش نے شیطان کو گرایا،

شیطان کے افعال کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ پہلے اوس نے آسمان کے باشندون مین اپنے افعال شنیعہ کی ابتدا کی، اور علما کو اس مین شبہہ باقی نہ رہا، کہ شریر فرشتون کو برائیان شیطان ہی نے سکھائین، اس خیال کی سند کتاب پیدایش مین پائی جاتی ہے، جسمین لکھا ہے کہ "خدا کے بیٹون نے انسان کی لڑکیون سے شادیان کین، "کتاب اناک" (Book of Enoch) "کتاب پیدایش" کے متن کی یون تفسیر کرتی ہے کہ فرشتے ہی "خدا کے بیٹے" تھے، اس کتاب سے ہمین معلوم ہوتا ہے، کہ جن فرشتون نے شادیان کین، اُن پر خدا نے لعنت بھیجی، ٹرٹولین کا بیان ہے کہ فرشتون نے اپنی بیویون کو زیورون سے لاد دیا تھا، تاکہ خدا اُن پر غصہ کرے سینٹ سیرین اور سینٹ ٹامس اکینس کو اس امر مین ذرا بھی شبہہ نہ تھا کہ شریر فرشتون نے عورتون سے تعلقات قائم کرلئے تھے، اور جن کو یقین تھا کہ فرشتون نے عورتون کے ساتھ ارتکاب گناہ کیا تھا، اور اُن سے بچے پیدا ہوئے تھے،

تمام مسیحی علما اس رائے پر متفق ہین کہ شیطان کا سب سے بڑا مقصد انسان کو راہِ راست سے گمراہ کرنا اور خدا سے دور کردینا ہے، لہذا دنیا مین اوس کی سرگرمیان ویسے ہی جوش کے ساتھ قائم ہین، جیسے ہمیشہ تھین، اگرچہ عام عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی وفات سے اوس کو زیر کرلیا ہے، ان علما کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات نے شیطان کو دنیا مین گھومنے پھرنے اور شرارتین کرنے سے روک نہین دیا ہے، ان کی وفات کا تعلق خاص طور پر گناہ اولٰی سے تھا، اور اوسی گناہ سے آدم کی وفات نے انسان کو بری کردیا، حضرت عیسیٰ کے سولی پر چڑھائے جانے سے قبل کوئی روح آسمان مین داخل نہ ہوسکتی تھی حتی کہ نیک آدمیون کی روح بھی روک لی گئی تھی، یہان تک کہ حضرت عیسیٰ کے خون نے اُس بہیمیت داغ کو دھو دیا، اور "آدم کے باپ" کے غصہ کو فرو کردیا،

بہت سے لوگون کا خیال ہے کہ شیطان اتنا ہی نہین کرتا کہ انسانون کو گمراہ کرکے ضلالت اور

ہلاکت کی طرف لیجائے، بلکہ جو مصائب ہمکو یہان پیش آتے ہین، ان مین سے بیشتر کا ذمہ دار بھی وہی ہے، وہی وبا قحط جنگ، اور دوسری آفات ارضی وسماوی کا باعث ہے،

علماء مذہب کا عقیدہ تھا کہ تمام فضا شیاطین سے پر ہے اور دنیا کے ہر گوشہ مین وہ پہنچتے رہتے ہین لوتھر (LUTHER) کہتا تھا کہ شیاطین پرشا (PRUSSIA) مین بہت کثرت سے ہین، اوس کا بیان ہے کہ اوس نے شیطان کو دیکھا بھی تھا، اور اپنی دوات اوس پر کھینچ ماری تھی،

شیطان کے متعلق اس عجیب و غریب عقیدے سے بے شمار مصائب دنیا مین پیدا ہوئے ہین یہی عقیدہ ان تمام نفرت انگیز اوہام کا باعث ہے، جسے ہم اپنے گرد پاتے ہین، لاکھون آدمی تمام عمر ان خیالی عفریتون کے خوف مین مبتلا رہے ہین، شیطان کے خوف نے لاکھون کی آخری ساعت کو نہایت دہشت انگیز بنادیا ہے، لاکھون آدمیون کو یہ الزام لگاکر کہ وہ ارواح خبیثہ سے ساز باز رکھتے ہین، سخت عقوبتین دی گئین اُس دور تعدی مین جو صدیون تک جاری تھا، ہزارون مرد اور عورتین جادوگری کے الزام مین حد درجہ ظالمانہ طریقہ سے ہلاک کردی گئین شیطان کا عقیدہ زندگی کے معیار اخلاق کو نہایت پست کردیتا ہے، جب کوئی شخص کسی فعل قبیح کا ارتکاب کرتا ہے تو پادری اس بات کا یقین دلاکر اوسکی تشفی کردیتا ہے کہ اوس فعل پر اوس کے نفس امارہ نے اوسکو آمادہ نہین کیا، بلکہ کسی شیطان نے بہکا دیا تھا، اس مخرب اخلاق عقیدہ نے ترقی کی راہ روک دی ہے، یہ عقیدہ لوگون کو بے انتہا خوف زدہ رکھتا ہے، اور وہ چالاک پادریون اور فریب دینے والون کے فریب کا شکار ہوجاتے ہین افسوس کی بات ہے کہ تمام دنیا مین جاہل اور سریع العقیدہ لوگ ابھی تک شیطان کے وجود کا یقین رکھتے ہین، امید ہے کہ معقول تعلیم کی اشاعت کے ساتھ اس عقیدہ کے قائل بھی کم ہوتے جائینگے، شیطان کو زیر کرنے کی توقع صرف سائنس ہی کی ذات سے ہے، اور ہم امید کرتے ہین کہ عنقریب سائنس شیطان کو اوس کے تخت شاہی سے اوتار دے گی، جس پر وہ اتنی مدت تک متمکن تھا،

(بمبئی کرانکل ہفتہ وار) "ع ز"

اخبار علمیہ

زمین کا ایک نیا ہمسایہ

جرمن ڈاکٹر کارل رینموتھ (REINMUTH) نے گذشتہ ۲۰ اپریل کو چھوٹا سا ایک نیا فلکی جرم شناخت کیا، اس مشاہدہ نے تمام علماء کی توجہ اپنی طرف جذب کر لی ہے، کیونکہ نظام شمسی کے اندر یہ سب سے عجیب و غریب جرم ہے، یہ آفتاب کے گرد دو سال مین اپنا دورہ پورا کرتا ہے، اور یہ مشہور دمدار ستارہ کی مدت سے بھی مختصر مدت ہے، اگر کوئی اسکے بعد قابل ذکر ہے تو وہ انکی (EENCKE) دمدار ستارہ، کیونکہ یہ تین برس چار مہینون مین سورج کے گرد اپنا چکر پورا کرتا ہے، علاوہ ازین یہ رینموتھ والا جرم زمین سے بہت ہی قریب ہے، یعنی اس مین اور زمین مین اسی لاکھ میل کی دوری ہے، اس نئے جرم کی دریافت کے بعد ہیڈلبرگ اور ہارورڈ اور یرکیز کے رصد خانون مین اوسکو دیکھا گیا، تو معلوم ہوا کہ یہ زمین کے مدار پر ۲۰ مئی کو اسی لاکھ میل دور ہو کر اوس سے گذرا، بظاہر یہ نیا جرم چھوٹے ستارون اور دمدار ستارون کی درمیانی شکل و ضخامت رکھتا ہے، اور اوس کا قطر تین میل کے قریب ہے، اور جب زمین کے قریب تر آجائے گا، تو بارھوین درجہ کے ستارون مین شمار ہوگا، اور اُس وقت بھی دوربین کے بغیر دکھائی نہ دیگا، اور یہ معلوم ہے کہ ستارہ اردس آج سے دو سال پہلے جب زمین کے سب سے قریب آیا تھا، تب بھی وہ زمین سے ایک کروڑ چالیس لاکھ میل دور تھا، اب اگر یہ نیا جرم ستارہ ثابت ہوا تو یہ پہلا ستارہ ہوگا، جو سورج کے گرد گھومتے ہوئے زمین کے حدود مین داخل ہوا، اور فلکی حسابات بتاتے ہین کہ یہ عنقریب زہرہ کے مدار مین داخل ہوگا جب وہ سورج سے قریب تر ہوگا،

طحال اور جگر کی تصویر

امریکا کے جارجٹن یونیورسٹی کے طبی کالج کے پروفیسرون مین سے ڈاکٹر ولیس یاٹیر (YATER) نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس سے طحال اور جگر کی تصویرین عکس ریز شعاعون کے ذریعہ سے کھینچنا ممکن ہو گیا ہے، اوس نے ایک اکسیڈ تھوریوم (دوم) کا ایک عرق بنایا ہے، جو شریانون مین تین دنون مین تین دفعہ پچکاری کے ذریعہ سے داخل کیا جاتا ہے، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جگر اور طحال کی موجودہ صورتین عکس ریز مین بالکل معلوم ہونے لگتی ہین، اور بآسانی پتہ چل جاتا ہے، کہ ان بیمار اعضا کی موجودہ حالت کیا ہے، اور اُن مین کہان ورم یا پھوڑا ہے، امید ہے کہ اس دریافت سے طب کا قدم کچھ اور آگے بڑھے گا،

نقش پا کی زبان

مسٹر لوکارڈ ناظر محکمہ پولیس لیون (فرانس) کا تجربہ ہے کہ نشان قدم کے معاینہ پر نہ صرف پیر یا اوسکی پوشش کا پتہ چل جاتا ہے، بلکہ چلنے والے کی طرز رفتار بھی معلوم ہو جاتی ہے، ان نشانات کو دیکھ کر یہ بتایا جا سکتا ہے کہ وہ شخص سیدھا کھڑا ہوا تھا، چل رہا تھا، دوڑ رہا تھا، یا پیچھے کی طرف جا رہا تھا، علاوہ برین ان نشانات سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے، کہ اوسکی عمر کیا ہے، مرد ہے یا عورت، کس پیشہ سے تعلق ہے، اور آیا وہ بیمار تو نہین ہے، بایان قدم عموماً داہنے قدم سے زیادہ بڑا پڑتا ہے، مجرم بھاگتے وقت سڑک پر بھی داہنی جانب مڑنا چاہتا ہے، اگر کوئی شخص جنگل مین راستہ بھول جائے تو وہ ایک دائرہ مین چکر کرے گا، اولٹے پاؤن چلنے مین قدم کے نشانات ناہموار پڑتے ہین، جب کوئی شخص چلتے ہوے پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے، مثلاً یہ معلوم کرنے کیلئے کہ اوس کا تعاقب تو نہین کیا جا رہا ہے، تو ہمیشہ وہ اُس پیر پر گھومتا ہے جو اوس سمت کے مخالف جانب ہوتا ہے، جدھر وہ اپنا سر پھیرتا ہے، یہ بات نشان قدم سے بہت واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے، دوڑنے کی حالت مین قدم زیادہ زور کے ساتھ لیکن کمتر مدت کیلئے زمین پر پڑتے ہین، جو لوگ اکثر دوڑتے رہتے ہین، اون کے پیر کا پورا تلوا زمین پر پڑتا ہے، جو کبھی کبھی دوڑتے ہین، اون کے تلے کا صرف سامنے کا حصّہ

زمین پر پڑتا ہے، اور اون کی ایڑی کا نشان مطلق نہین پڑتا، قدم کی لنبان سے کسی حد تک چلنے والے کی عمر کا پتہ چلتا ہے، جو لوگ گھوڑے کی سواری کے عادی ہوتے ہین چلتے وقت اونکی ٹانگین پھیلی ہوئی ہوتی ہین اور پاؤن متوازی خطوط مین پڑتے ہین، یہی بات جہازیون مین بھی پائی جاتی ہے، جو افسر تلوار لگا کر چلتے ہین، ان کی بائین ٹانگ ایک خاص طرح سے حرکت کرتی ہے، اور ان کے پیر کے انگوٹھے کا رخ اندر کی طرف ہوتا ہے، شکاریون اور خاص کر جنگل کے رہنے والون کے قدم عادۃً چھوٹے پڑتے ہین، بڑے قدم اُنھین لوگون کے پڑتے ہین، جو سڑکون پر چلنے کے عادی ہین،

سینما کی گویا تصویرون سے درس و تدریس کا کام

شکاگو یونیورسٹی (امریکہ) کے صدر نے یونیورسٹی کے جدید نصاب تعلیم سے متعلق جس تجویز کا اعلان کیا ہے، اوس کا سب زیادہ دلچسپ ٹکڑا یہ ہے کہ آئندہ سینما کی بولنے والی تصویرون سے تعلیم و تدریس کا کام لیا جاے گا، اس تجویز کے مطابق دنیا کے وہ اہم ترین واقعات جو صرف کتابون اور اساتذہ کے دماغون مین پوشیدہ ہین، اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ طلبہ کے سامنے سینما کے پردون پر پیش کیے جائین گے، مثلاً فراعنۂ مصر کے مقبرے آنکھون کے سامنے کھودے جائین گے، اور بریسٹیڈ (Breasted) کی آواز ان نوادر قدیمہ کو بیان کرتی جائے گی، جو عہد عتیق کے انسانون کی یادگار ہین، کسی پودے کے تمام منازل حیات چار منٹون مین دکھا دیے جائین گے اور ساتھ ہی ساتھ کوئی ممتاز ماہر نباتات اوسکے نشو و نما کی توضیح بھی کرتا جائے گا، ماہتاب، مریخ، اور دوسرے سیارے اور ستارے ان پردون پر گردش کرتے ہوئے دکھائی دین گے اور پروفیسر فروسٹ (Frost) کی آواز ان سیارون کی گردش کو بیان کرتی ہوئی سنائی دیگی، غرض یا دامی قسم کی اور باتین جو اس وقت تک ممکنات مین شمار کی جاتی ہین عنقریب یقینیات کے دائرہ مین داخل ہو جائین گی، سینما کے ایسے پردے اور گویا تصویرین شکاگو یونیورسٹی کے اہتمام سے تیار کی جا رہی ہین اور اسی یونیورسٹی مین اول اول ان سے کام لیا جائے گا، لیکن دنیا کے دوسرے تعلیمی ادارے بھی برائے نام قیمت ادا کر کے انھین حاصل کر سکتے ہین، یہ تصویرین یونیورسٹی کے معمولی درس کا بدل نہ ہونگی، درجون مین لکچر وغیرہ بدستور جاری رہین گے، ان

تصویرون کا استعمال مزید توضیح و تشریح کے لئے بطور اضافہ کے ہوگا،

معمولی سوئیون سے علاج کا ایک مجرب طریقہ

چین مین محض سوئیون سے علاج کرنے کا ایک حیرت انگیز طریقہ رائج ہے، جس نے صدیون سے اطبائے مغرب کو حیران کر رکھا ہے، یہ سوئیان معمولی تانبے کی ہوتی ہین، اور جسم کے مختلف حصون مین چبھوئی جاتی ہین، فرانس کے ڈاکٹر سُولئے (DR. SOULLIE) کا خیال ہے، کہ جسم کے جس حصہ پر سوئی لگائی جاتی ہے اور جس عضو پر اس کا اثر ہوتا ہے، ان دونون کے درمیان کوئی براہ راست تعلق ہے، چین مین جو لوگ اس فن کے ماہر ہین، وہ اُن رشتون سے واقف ہونے کے مدعی ہین، جو ان دونون کے درمیان واقع ہین،

اس طریق علاج کے متعلق خود تجربہ کر کے ڈاکٹر سولئے نے پیرس کے رسالہ "مرکری دی فرانس" (MERCUREDEFRANCE) مین بیان کیا ہے، کہ کن کن امراض مین یہ مفید ثابت ہوا ہے، وہ لکھتے ہین،

"کولے یا چہرے کا شدید درد جو اس سے قبل کسی علاج سے دور نہ ہوا تھا فوراً موقوف ہو گیا ضیق النفس کی اذیتین چند لمحون مین جاتی رہین، نزلہ اور زکام کے شدید دورے طویل وقفون کے بعد پڑنے لگے، بواسیر کی شکایت ختم ہو گئی، پیٹ کا درد فوراً جاتا رہا، قبض اور مثانہ کی شکایتین دور ہو گئین"،

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ بعض صورتون مین یہ علاج کامیاب نہین ہوتا، پھر بھی اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اکثر مریضون کو شفا ہو جاتی ہے، اور اسی لئے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تجویز ہے ضرورت ہے کہ اس طریق علاج کے متعلق تحقیق کی جائے، اور آیندہ اس سے حقارت آمیز بے پروائی نہ برتی جائے،

"ع"

ادبیات

ہوا

از

شمس العلماء لسان الحکمۃ مولانا شاطر مدراسی،

اوصافِ جلی سے تیرے آگاہ ہین سب
تو رحمتِ عامِ حق ہے، تو نعمتِ رب

احسان ترا کس متنفس پہ نہین
روشن ہے چراغ زندگی تیرے سبب

گو مطبخ میکائیلؑ کے خادم ہین بہت
لیکن سب سے بڑا ہے تیرا منصب

دونون کی آبرو ہے، تیرے دم سے
تو بھاپ کو پر، سحاب کو تو مرکب

اے ناصرِ سلطانِ رسلؑ حامیِ ہودؑ،
خوشنودیٔ انبیاءؑ ہے، خوشنودیِ رب

یعقوبؑ تھے خوش کہ لائی تو بوے حبیب
تھے شاد سلیمانؑ کہ بنی تو مرکب

تھا ضیمِ خلیلؑ کو ترا اپشہ قہر
اور ابرہہ کو تیری ابابیل غضب

تیرا ہدہد تھا، کیا مبارک قاصد
چمکا دیا بلقیس کا جس نے کوکب

جب کرتی ہے تو جہاز مین حشر بپا
منکر بھی پکارتے ہین یارب یارب

سن غور سے تو ہے مظہرِ ہمی و ہیبت
یہ صور کے نفختین کا ہے مطلب

چمکاتی تھی زندان مین مہِ کنعان کو
خورشید پرست سے ہے تو داد طلب

ہے قوسِ قزح مین بھی نشان تیرا ہاتھ
تو رنگِ نیلگونِ گردون کا سبب

بے تار کے پیغام کا تو ہے رہبر
پیغامِ بہار کے لئے تو مرکب

جب موسم گل مین پہنچتی ہے تو پھول
ہو جاتی ہے آپ آپ خود بنتِ عنب

تو بینی و گوش سے پلاتی ہے شراب
اے غیرتِ سامری یہ افسون ہے عجب

زاہد مین بھی پھونکتی ہے جمشید کی روح
لاتی ہے پیامِ گل و بلبل تو جب

عاشق کے گریبان سے اگاتی ہے گل
ہین یاد تجھے شعبدہ گر کے کرتب

لیتے ہین جنون کے مزے سودائی
ہے فصلِ بہار مین تری چھیڑ غضب

تو آگ سے سینے مین لگاتی ہے آگ
تو باعثِ وجد و حال و مستی و طرب

برد اطرافِ قال مین ہین کالج
ہے تری شانِ سرد مہری بھی غضب

ہے ایک زمین ہی تیری قدر شناس
تیرے بس مین ہین یون تو یار سب

شاطر ہے غلام پنجتنؑ کے گھر کا
وہ مدح کرے، تیرا مقدر ہے عجب!!

پانی پر چلتی ہے تو عیسیٰؑ کی طرح
اور مثل خضرؑ زمین پر بے رنج و تعب

ملاح کی بات مان لے بہر خدا
زمزم سے نہا دھو کے مدینے جا اب

سن اس کی طرف سے سجدہ کر ستر بار[1]
معصومہؓ کے مرقد کو بصد عجز و ادب

پھر مرقدِ عرش پایہ سے پوچھ کے آ
دفن شاطر بقیع مین ہوگا کب؟

ہین مریمؑ صدیقہ و جبریلؑ امین
معصومہ کی تقدیس سے انگشت بلب

تیرہ معصومؑ غوث پاکؒ اور محرمؓ
اس کی نسبت پہ ناز کرتے ہین سب

وہ سیدہ کو جان گئین مان گئین
ہے قلبِ سلیم عائشہؓ داد طلب

معصومہؓ مری نجات کی ہین ضامن
معصومہؓ سے حل ہوتے ہین عقدے سب[2]

---

[1] شاعر کے مرشد، [2] معارف:۔ شاعر کا فرطِ عقیدت ہے،

لائی ہے تو مژدہ لے ہو اندر بھی لے ۔ نادر مضمون سروش لایا ہے اب

تو نفسِ ناطقہ کی ہے روحِ روان ۔ تو قوتِ پروازِ تخیل کا سبب

وابستہ ہین تیرے دم سے سارے مذہب

ناسوتی جبرئیل تیرا ہے، لقب

زمزمۂ بقا

ترانۂ کلکِ جناب آسی ملتانی بی اے،

ہے خاک تغیر کے سوا بادِ فنا مین ۔ پانی جو سمندر سے اڑا ہے وہ گھٹا مین

دنیا ہے تماشا گہِ نیرنگِ تغیر ۔ طوفانِ فنا موج ہے دریاے بقا مین

قانونِ فنا ڈھاتا رہتا ہے ہمیشہ ۔ طاقت کو حرارت مین حرارت کو ضیا مین

اے دوست، بظاہر جو فنا ہو گئی جل کر ۔ موجود ہین اُس شمع کے ذرات ہوا مین

سورج نہین معدوم اگر ڈوب چکا ہے ۔ اس وقت بھی ہر نصف جہان اُس کی ضیا مین

شبنم کے وہ قطرے جو اُڑے دامنِ گل سے ۔ روپوش ہوے پردۂ آغوشِ صبا مین

اشعار جو نکلے کسی شاعر کی زبان سے ۔ محفوظ ہوے سینۂ اربابِ صفا مین

ضائع نہ گئی قوتِ انگشتِ مغنی ۔ تبدیل ہوئی جنبشِ مضراب صدا مین

خامی ہے سماعت کی جو ہم سُن نہین سکتے ۔ پھرتا ہے ابھی نغمۂ داؤد ہوا مین

طے کرتے ہوے عرصۂ ہستی کے منازل ۔ ہم چھوڑتے جاتے ہین نقوش اپنے فضا مین

اک بار پھر اس زیست کی تصویر مکمل

آے گی نظر آئینۂ روزِ جزا مین

بابُ التقریظ والانتقاد

رُباعیاتِ سحابی

مرتبۂ

خان بہادر مولوی علی اوسط صاحب ریٹائرڈ جج صوبۂ متحدہ (اعظم گڈہ)

ضخامت مع مقدمہ ۱۴۴ صفحات قیمت ۱۲؍ ملنے کا پتہ: سرگذشت پریس علی گڈھ یا اعظم گڈہ مصنف کے نام،

عہدہ دارانِ سرکاری کی تیس سالہ خدمات کا بہترین معاوضہ پنشن ہے، لیکن اگر وہ پنشنر ہو کر قوم و ملک کی کوئی مفید خدمت کر سکین تو اس کا بہترین معاوضہ صرف وہ شہرت و عزت ہو سکتی ہے، جو اس قسم کے لوگون کو بہت کم حاصل ہوتی ہے،

اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے پنشن خوارون کی ایک خاص زندگی ہوتی ہے، اگر ان لوگون نے زمانۂ ملازمت مین کافی سرمایہ جمع کر لیا ہے، تو اب شب و روز اس کے فوائد کے حاصل کرنے مین مصروف رہتے ہین، جائدادین خریدتے ہین، مکانات بنواتے ہین، تجارتی کاروبار کرتے ہین، غرض اپنے اندوختہ کو ایسے کامون مین لگاتے ہین کہ پنشن کی رقم اور اس سرمایۂ محفوظہ کے منافع سے اس قدر آمدنی ہونے لگے، جو زمانۂ ملازمت کی تنخواہ کے برابر ہو جائے، لیکن اگر بدقسمتی سے تہیدستی کی حالت مین پنشن لینی پڑی ہے، تو اب اُن کا کعبۂ مقصود دیسی ریاستین ہوتی ہین، اور ان ریاستون مین ملازمت کی تلاش مین وہ ایسی ایسی گمنام ریاستون کا سراغ لگا لیتے ہین جن کا نام و نشان بھی ہندوستان کے جغرافیہ مین نہین مل سکتا، لیکن ان مین بعض بلند ہستیان ایسی بھی ہوتی ہین، جو

قومی یا علمی خدمت مین اپنی زندگی کا آخری زمانہ صرف کرنا چاہتی ہین، اور اب ان کی تاریخ زندگی کا ایک نیا باب شروع ہو جاتا ہی، ہمارے دوست مولوی علی اوسط صاحب بیٹار ڈج صوبجات متحدہ بھی انھی بلند ترین ہستیون مین شامل ہین جنھون نے پنشنر ہونے کے بعد ایک نہایت متین و سنجیدہ علمی خدمت انجام دی ہی اور ایک برگزیدہ صوفی شاعر سحابی نجفی کی رباعیات کا ایک نہایت عمدہ انتخاب حروف تہجی کی ترتیب کی رو سے ۱۳۲ صفحات کی ضخامت مین شائع کیا ہی،

اسوقت رباعی گو شعرا مین سب سے زیادہ نامور اور مقبول عام خیام ہی، اور یورپ، ہندوستان، بلکہ مصر وغیرہ مین بھی اسکی رباعیات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہی، اور لکھا جا رہا ہے، اوسکی رباعیون کے بہت سے اڈیشن بھی شائع ہو چکے ہین، اور متعدد زبانون مین اونکے ترجمے ہو چکے ہین، لیکن ہمارے نزدیک اوسکی یہ مقبولیت صرف یورپ کی کورانہ تقلید کا نتیجہ ہے، ورنہ رنگ و بو کسی حیثیت سے بھی وہ گلدستۂ بزم ادب ہونے کی قابلیت نہین رکھتین، اسلوب و بیان کے لحاظ سے اسمین کہین بھی شاعرانہ لطافت نہین پائی جاتی، اور مطلب و معانی کے لحاظ سے وہ علانیہ رندی و سرمستی کی مخرب اخلاق تعلیم دیتا ہے، اور یہ کسقدر پر لطف بات ہی، کہ جو لوگ صرف اس جرم کی بنا پر فارسی اور اردو شاعری کو مخرب اخلاق سمجھتے ہین، وہی خیام کی رباعیون پر سب سے زیادہ سر دھنتے ہین، اگر وہ خود شراب خوار ہوتا تو کم از کم ان رباعیون مین حافظ کا سوز و کیفیت پیدا کر سکتا تھا، لیکن افسوس ہے کہ وہ خود شراب خوار نہین ہے، بلکہ ایک باطنی ملحد ہے، اور اس پردے مین مسلمانون کو مذہب سے برگشتہ کرنا چاہتا ہی، تاہم چونکہ ایک بزدل ملحد ہے، اسلئے تصوف و اخلاق کی آڑ مین پناہ لیتا ہے، اور جا بجا زہد و تقشف توکل و قناعت اور بے ثباتی دنیا کے مضامین کو بھی شامل کر لیتا ہے، لیکن ہمارے دوست مولوی علی اوسط صاحب نے اس قسم کی کورانہ تقلید نہین کی، بلکہ رباعی گو شعرا مین ایک ایسے بلند پایہ شاعر کا انتخاب کیا، جس کا کلام اون کی متانت و سنجیدگی کے شایان شان تھا،

سحابی کو ہندوستان مین پیش کرنیکا فخر صرف حضرۃ الاستاذ علامہ شبلی کو حاصل ہوا ہے اور اونھی نے سب سے پہلے الندوہ مین اوسکی رباعیون کا تذکرہ کیا، اور اون پر تبصرہ لکھا، اس کام کی تکمیل بھی اسی سر زمین اعظم گڈہ کے ایک معزز فرزند مولوی علی اوسط صاحب کی بدولت ہوئی،

سحابی کی رباعیان تعداد مین خیام کی رباعیون سے بہت زیادہ ہین، اور ان کا اکثر حصہ تصوف اخلاق اور فلسفہ کے دقیق مسائل پر مشتمل ہی لیکن اوس نے ان دقیق اور خشک مسائل کو شاعرانہ لطافت کے ساتھ نہایت دلآویز طریقہ پر بیان کیا ہی اسلئے اگر ان رباعیون کی ترتیب حروف تہجی کے بجائے مضامین کے لحاظ سے دیجاتی تو زیادہ مناسب ہوتا، بہر حال وہ لفظ و معنی دونون حیثیتون سے خیام سے مختلف اور ممتاز ہی اور اوسکی یہ امتیازی شان اوسکی تمام رباعیون سے نمایان ہی، چنانچہ ہر عنوان کے متعلق ہم اُس کی چند رباعیون کا انتخاب درج کرتے ہین،

(تصوّف)

تصوف کے مختلف دور ہین، اور ہر دور کی الگ الگ خصوصیتین ہین، متاخرین کے زمانے مین وہ ایک خالص فلسفہ بن گیا تھا، اور سحابی اسی فلسفیانہ تصوف کے نشے مین چور ہے، اور اس کے مسائل کو اس جوش و بلند آہنگی کے ساتھ بیان کرتا ہی، کہ خیام کا نعرۂ مستانہ اوسکے مقابل مین بالکل پست ہو جاتا ہی، مثلاً

اے آنکہ ز معرفت بفرقت تاج است — باقست شہی کہ عالمش محتاج است
بگشائے نظر کہ ہر نظر دیدار یست — بردار قدم کہ ہر قدم معراج است

ہر چیز کہ جز خدائے نامے چند است — نامے چند است و بہر عامے چند است
تکلیف و نماز و حج و ہر چیز کہ ہست — چوشے ز پے پختن خامے چند است

آنرا کہ بہ تحقیق نظر افتاد است — ہر نیک و بدے کہ میرسد دلشاد است
کج بودن زلف و راستی قامت — عاقل داند کہ کار یک استاد است

سالک کہ بفکر اہل و اموال افتد — از ہمسفران خود بدنبال اوفتد
بر ہر قدم چیے دگر پیش آید — مانند دانہ کو بغربال اوفتد

با ذات بہر صفت گرایند خوش است — نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست — در خلد ز ہر در کہ درآیند خوش است

در کعبۂ توحید نہ جاے و دوام   ہر کس کہ رسید شد درو محو تمام

مردان نکنند غیر او را تجویز   جز غول نگیرد بہ بیابان آرام

اخلاق

متاخرین کا فلسفیانہ تصوف آزادی کا ایک سرچشمہ ہے، جسکے معنی یہ ہین کہ وہ کسی مذہب کا پابند نہین اس لئے اوسکی سرحد بھی رندی و سرمستی سے مل جاتی ہے، اس لئے زاہد و عابد یعنی وہ تمام لوگ جو کسی خاص مذہب و مسلک کے پابند ہین، اوسکی زد مین آجاتے ہین، اور اس حیثیت سے سحابی کی اخلاقی رباعیان بھی خیام کی رباعیون سے متشابہ و مماثل ہوجاتی ہین، لیکن وہ جس لطیف انداز سے ان اخلاقی مسائل کو بیان کرتا ہی، خیام کو اسکی ہوا بھی نہین لگی ہے، مثلاً زاہدون کی ریاکاری کا مضمون حافظ و خیام کا ایک پامال مضمون ہی، لیکن سحابی نے جس پیرایے مین اسکو بیان کیا ہی، خیام کی رباعیون کا تمام دفتر اوس سے خالی ہی،

زاہد ہمہ روز گوشۂ غم تائب   تا خلق شود بہ بیذر کشتنش راغب

گفتند بہ عنکبوت چند از خانہ   گفتا ترسم مگس فتد من غائب

شاعری کو مخرب اخلاق ... [illegible] ... ہمیشہ گھر سے نکل جاؤ، اس نے کہا ایسا نہ ہو کہ مکھی پھنس جائے اور مین موجود نہ ہون، بعینہٖ اسی طرح زاہد لوگ اپنے گوشۂ عزلت مین اس لئے پڑے رہتے ہین، کہ اپنے دامِ تزویر مین شکار پھنساتے رہین،

بہرحال وہ انھی اخلاقی مسائل کو لیتا ہے، جو اس فلسفیانہ تصوف سے تعلق رکھتے ہین، اور ادن کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کرتا ہی، مثلاً

نے دولت جم طلب، نہ جاہ گشتاسپ   آدم نشود کسے بگاؤ و خر و اسپ

بہتر ز تو ہیچ چیز در عالم نیست   دست از ہمہ باز دار بر خویش بچسپ

یعنی انسان کو صرف اس لئے بے نیاز رہنا چاہیے کہ خود اوس سے اعلیٰ تر کوئی چیز نہین اسلئے انسانیت ہی کی تکمیل کرنی چاہئے،

ہر چند کہ ہست دولت از نعمت و بخت   باریست گران چون شد بر ان از حد سخت

بسیاری مال و جاہ مرد آفت اوست   انبوہے میوہ بشکند شاخ درخت

آنرا کہ ز ہر دو کون استغنا نیست   در بارگہ عشق مقدس جا نیست

ہر جا کہ مگس پر د چہ بالا چہ پست   خبر شیفتہ در بوردہ حلوا نیست

کوچک بودن بزرگ را کوچک نیست   آن کوچکے از کمال باشد شک نیست

ور زانکہ پدر زبان کودک گوید   عاقل داند کہ آن پدر کودک نیست

فلسفہ

جو فلسفیانہ مسائل علم کلام و تصوف مین شامل ہوگئے تھے، وہ انکی کو لیتا ہے، اور عمدگی کے ساتھ بیان کرتا ہے، مثلاً

این کون و مکان را کہ برانگیختہ کن   بے واسطہ چند نہ سر مست زہن

ز اسباب برون مخواہ کار سازِ حق   از حکمت خو [illegible] ... مرحذاست

فلسفیانہ مسائل مین مسئلۂ خیر و شر علم کلام اور تصوف دونون کا ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہی اور سحابی اس مسئلہ کا فیصلہ بالکل اصول فطرت کے مطابق کرتا ہی،

ہر کس کہ دل خدا طلب ہست درو   از طاعت و فسق ذکر بہ ہست درو

انسان نہ بود تہی ز تقویٰ و فجور   تا عالم ہست روز و شب ہست درو

یعنی جسطرح دنیا دن اور رات یا اندھیرے اور اوجالے سے خالی نہین ہوسکتی، بعینہٖ اسی طرح کوئی شخص خیر و شر سے خالی نہین ہوسکتا،

ان تمام رباعیون سے اندازہ ہوا ہوگا کہ وہ تمام اخلاق، تصوف اور فلسفہ کے اہم مسائل کو لیتا ہی،

اوران کو تمثیل کے ذریعہ سے ثابت کرتا ہے، متاخرین شعرائے فارسی کے دور مین صائب اس فن کا بادشاہ سمجھا گیا ہی،

لیکن سحابی کی رباعیون کے پڑھنے کے بعد ہمکو یہ تاج اوسکے سر پر رکھنا پڑتا ہی،

تمثیل کے علاوہ وہ سیکڑون شاعرانہ انداز سے اپنے مطالب کو بیان کرتا ہی، مثلاً

اے غرہ بجستجوے جسم فانی ، در دل ہمہ آرزوے شہوت رانی

تا چند بہ آب خویش را پاک کنی ، رو پاک شو از آب اگر بتوانی

یعنی اپنے پُرشہوت جسم کو پانی سے کب تک پاک کرتے رہوگے، خود ہی پانی سے کیون نہین پاک ہوجاتے،

(یعنی نطفہ سے جو شہوت کا منبع ہی،

گر چشم حقیقی نہ کج مج باشد ، کافر بکلیسہ رود حج باشد،

ہر چیز کہ ہست آن چنان میباید ، ابروے تو گر راست بود کج باشد

یعنی ہر چیز جیسی ہے، اوس کو ویسا ہی ہونا چاہئے، مثلاً اگر کسی کے ابرو سیدھے ہون، تو بھی ان

[illegible]

غرض سحابی کی رباعیان اخلاق، تصوف اور فلسفہ کے حقائق و معارف سے لبریز اور شاعرانہ لطافتون سے معمور ہین اسلئے ہم مولوی علی [illegible] صاحب کے ذوق سلیم کو مبارکباد دیتے ہین، کہ انھون نے پبلک کو اس گنجینہ حقائق سے آشنا کیا، لیکن افسوس ہے کہ یہ مجموعہ ذوق صحیح کو تشنہ کام رکھتا ہی، بلکہ اوسکی پیاس کو اور بڑھا دیتا ہی، ضرورت ہے کہ سحابی کی رباعیون کی طرف مزید توجہ کی جائے اور اس کا ایک ایسا مکمل اڈیشن شائع کیا جائے، جسمین اوسکی تمام رباعیان درج کیجاتین، حروف تہجی کے بجائے مضامین پر اون کی تقسیم کی جائے، اور ان کی شرح و تفسیر لکھی جائے، اگر خیام جیسے بیباک [illegible] کو بلا ضرورت اس قدر چمکایا گیا ہے تو اوسکی تلافی کی صورت صرف یہی ہے کہ سحابی کو کم از کم اس قدر ضرور چمکایا جائے کہ لوگون کو یہ معلوم ہو سکے کہ وہ اب تک ایک ایسے غلط راستے پر جارہے تھے جس سے منزل مقصود روز بروز دور ہوتی جاتی تھی،

خیام کے متعلق مدت سے ہمارا یہ خیال تھا، اور ہم سمجھتے تھے، کہ اس معاملے مین ہمارا کوئی ہمنوا نہ نکلے گا، لیکن خوش قسمتی سے مصر مین ہمارے بعض ہم خیال موجود ہین، چنانچہ وہان کے ایک ادیب جون کے الہلال مین لکھتے ہین کہ تراجم و تذکرہ کی کسی کتاب مین خیام کا شمار شعراء مین نہین کیا گیا ہے، بلکہ وہ ایرانیون مین صرف ایک فلسفی اور ہیئت دان کی حیثیت سے مشہور ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اوسکی رباعیان فارسی مین بلیغ ترین رتبہ نہین رکھتین، البتہ اوس کی رُباعیات مین الحاقی رباعیان اس قدر شامل ہوگئی ہین کہ یہ امتیاز کرنا مشکل ہے کہ ان مین خیام کی رباعیان کونسی ہین، ہم نے خیام کا فلسفہ شہرت یورپ سے سنا ہے، ایران سے نہین جس کی وجہ یہ ہے کہ ان رباعیون کا فلسفیانہ میلان یورپ کے جدید جذبات سے ملتا جلتا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ اون کا عام رواج ہوگیا ہے، اور تمام زندہ زبانون مین اون کا ترجمہ کیا گیا ہے،

اس فلسفیانہ خیال کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا ایک عقدۂ لاینحل ہے، اس لئے خوب جی بھر کر اوس سے لطف اندوز ہونا چاہئے اور جہان تک ہوسکے اوسکے مصائب کو بھلا دینا چاہئے،

ابو العلاء المعری کا فلسفہ بھی یہی تھا، لیکن وہ اس سے ایک بلند ترین نتیجہ پر پہنچا، اور [illegible] اختیار کر لیا، مین جب معری سے خیام کا مقابلہ کرتا ہون تو خیام کو ایسے پرندے سے تشبیہ دیتا ہون، جو ایک پنجرے مین گرفتار ہو کر پھڑپھڑاتا اور چیختا ہے اور معری شیر کی طرح اس قید و بند کی تکلیفون کو تو محسوس کرتا ہے، لیکن اوس کی آنکھون مین الم انگیز وقار کی چمک پائی جاتی ہے، البتہ ادیب موصوف کے اس فقرہ کے متعلق کہ اوسکی رباعیان فارسی شاعری مین بلیغ ترین رتبہ رکھتی ہین،،

ہم اتنا ضرور عرض کرین گے کہ

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

"ع"

مطبوعاتِ جدیدہ

محمدؐ مصنفہ مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم سابق ادیب و مفسر ندوۃ العلماء حجم ۴۲ صفحہ تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اوسط درجہ، قیمت شاید ۲؍ ہو، پتہ:۔ مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب نگرامی، نگرام ہوس نظیر آباد لکھنؤ،

مولانا عبدالرحمٰن ندوی مرحوم کے مسودون کے ذخیرے سے یہ رسالہ "محمدؐ" نکال کر شایع کیا گیا ہے، اس رسالہ مین اسم محمدؐ کی نہ صرف ذوقی بلکہ مدلل شرح و تفسیر بیان کیگئی ہے، اور اس اسم کے اوصاف بتا کر دکھایا گیا ہے کہ مسمّی اس اسم کے اوصاف سے موصوف ہونے والا تھا، اسلئے حضرت عبدالمطلب کو آپ کے مولود مسعود ہونے ہی کے وقت یہ از خود یقین ہوئی کہ وہ آپ کو اس اسم سے موصوف کرین، ابتدا مین مرحوم کے قلبی دوست مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے "نام نامی" کے عنوان سے ایک خاص [illegible] اسلوب بیان مین چند سطرین لکھی ہین،

مزاراتِ اولیائے دہلی مولفہ جناب مولوی محمد عالم شاہ صاحب فریدی دہلوی مطبوعہ جید برقی پریس دہلی، ۱۰۵ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ، قیمت:۔ عہ؍

دہلی عہدِ قدیم سے اگر ایک طرف سلاطین کا پایہ تخت رہا، تو دوسری طرف بزرگانِ دین کی خانقاہ و مدفن؛ اسکی خاک مین بڑے بڑے اولیا صوفیہ مشائخ اور علما محوِ خواب ہین، ان بزرگون کے حالات کتبِ تذکرہ و تراجم مین مدون ہین، اور جن مین اون کے آرامگاہ کا صحیح نشان اور پتہ بھی درج ہے، لیکن ابتدائے زمانہ سے دہلی کے حدود اربعہ بدلنے سے محلون کے نام و نشان مین بھی تبدیلیان ہوگئین، اون کا لازمی اثر تھا کہ وہ نشان وہا نیان بھی امتداد زمانہ سے مشتبہ ہوگئین مولوی محمد عالم شاہ صاحب فریدی نے اس ضرورت کا احساس کیا

کہ تمام مزارات کی جاے وقوع نئے سرے سے متعین کیجائے، چنانچہ "مزاراتِ اولیائے دہلی" کے نام سے ۱۳۲۲ھ مین ایک رسالہ شائع کیا، اتفاق سے یہی زمانہ تھا جب حکومتِ برطانیہ ہند بھی اپنا دار الحکومت نئے سرے سے دہلی کو قرار دے رہی تھی محلون کے نام بدل رہے تھے، نئی سڑکین نکالی جا رہی تھین، کھنڈر اور ٹیلے برابر کئے جا رہے تھے، ممکن تھا کہ نادانی سے کوئی بزرگ کا کوئی مزار بھی آجاتا، لیکن حکومت کے محکمۂ آثارِ قدیمہ نے اس رسالہ کو مستند تسلیم کیا، اور اوس کے بیان کے مطابق مزارات کی جاے وقوع کی صحت تسلیم کی، اور پھر مؤلف کی تحریک سے اکثر قبرون پر کتبے نصب کر دیے گئے، اب اوسی رسالہ کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ہے، جو اپنے پہلے اڈیشن سے زیادہ مکمل ہے، رسالہ کی ترتیب قبرون کی جاے وقوع کی ترتیب پر ہے، اسلئے یون سمجھنا چاہیے کہ یہ رسالہ دہلی کے مزاراتِ مشائخ، صوفیہ و علماء کے لئے ایک مستند "گائڈ بک" ہے، جس مین مختلف مستند حوالون سے صحیح طور پر اون کی جاے وقوع متعین کی گئی ہے، اور کتبِ تذکرہ و طبقات سے صاحبِ مزار کے مختصر حالاتِ زندگی بھی درج کر دیے گئے ہین،

ارتقا مولفہ جناب مشتاق احمد صاحب وجدی حجم ۵۰۱ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی، قیمت مجلد ؏ غیر مجلد عہ پتہ:۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن،

جناب مشتاق احمد صاحب وجدی نے اپنی یونیورسٹی کی تعلیم کے زمانہ مین مسئلۂ ارتقاء پر چند مضامین لکھے تھے، اب اونھی کو ایک کتاب کی شکل مین "ارتقا" کے نام سے شایع کیا ہے، مسئلۂ ارتقا پر غالبًا اردو مین پہلی مستقل تالیف ہے، جو اگرچہ اپنے موضوع کے لحاظ سے تشنہ ہے، لیکن نہایت سلجھے ہوئے انداز اور سلیس بیان مین جامعیت کے ساتھ اس مسئلہ پر اس مین روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب چند ابواب پر مشتمل ہے، اولًا مسئلۂ ارتقاء کی اوسکے دورِ قدیم سے عہدِ حاضر تک کی اجمالی تاریخ بیان کیگئی ہے، اور اس سلسلہ مین مختلف قومون اور ملکون کے اون خیالات کو یکجا کیا گیا ہے، جو مسئلۂ ارتقا سے مربوط کیے جا سکتے ہین، اس ضمن مین عہدِ اسلامی کے خیالات بھی پیش کئے گئے ہین، جنمین عہدِ عباسیہ مین یونانی تراجم کا آغاز دکھا کر مولانا روم اور ابن مسکویہ وغیرہ کے اقتباسات

درج کیے گئے ہین، لیکن افسوس ہے کہ اس سلسلہ مین محض انھی فارسی شعراء سے استشہاد کیا گیا ہے ان کے علاوہ عرب فلاسفہ و متکلمین کے افکار مین سے جو اخذ کیے جا سکتے تھے، وہ نظرانداز ہو گئے ہین پھر اسی طرح مختلف دورون سے گذر کر ڈارون اور اوسکے ہمعصرون کے کارنامون کا ذکر ہے، اور اس مین ان ارباب علم کو جن مرحلون سے گذرنا پڑا جن ترقیون سے اس موضوع پر مضامین اور کتابین شایع ہوئین، اور خطبات دیے گئے، سب کو تفصیل بیان کیا گیا ہے، اسکے بعد اصل نظریۂ ارتقا کی تشریح آتی ہے، اور اس مین "ابتدائے حیات" "ارتقائے عضوی" "ابتدائے انواع" "اور تنازع للبقاء" اور پھر مختلف مسائل اور نظریے "توارث" اور "تقلیب" وغیرہ کو بیان کرکے "وجود انسان" کا تذکرہ آتا ہے، اور انسان کے عہد بعہد کی ارتقائی شکلون کو پیش کیا جاتا ہے، اور پھر انسان کی مختلف قوتون اور مظاہرون "ذہنی قوت" "زبان"، اور "اخلاق" کا ذکر آیا ہے، اور پھر اسی "اخلاق" کی بحث سے "مذہب" کا ذکر چھڑ جاتا ہی اور اسی ضمن مین ہربرٹ اسپنسر کے مشہور نظریۂ مادہ پرستی اور نفی الٰہیات کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے، اور پھر تتمہ کے زیر عنوان "فلسفہ" کی سرخی قائم کرکے برگسان کے نظریہ [illegible] پیش کی [illegible] نظریہ کی نفی [illegible] [illegible] اور برگسان کے نظریہ مین سے "قوت حیات" "یا خدائے محض" "لان وٹال" (ELAN VITAL) کے پردہ مین مولف نے ذات باری تعالیٰ [illegible] جناب وجدی [illegible] رسالہ [illegible] علم کلام مرتب کیا جا سکتا، اس لئے اخلاق اور مذہب کے عنوانون مین وہی شوخیان نظر آتی ہین جو ہر مبتدی سے کسی نئے علم کی تحصیل کے وقت سرزد ہوتی ہین، اور وہ اپنے زیر درس فن کے دلائل کو اس درجہ یقینی سمجھتا ہے، کہ اوس کے سامنے دنیا کے تمام دلائل ماند پڑ جاتے ہین، اور تمام عالم اپنے ہی دلائل سے گونجتا نظر آتا ہے، ضرورت تھی، کہ جناب وجدی کم از کم ان آخری ابواب پر اشاعت سے قبل نظرثانی کر لیتے، کہ غالباً امتداد زمانہ سے خود اون کے تخیلات و تصنیفات کے عالم جوش و خروش مین ٹھنڈک پہنچ چکی ہوگی، اور وہ دیکھ سکتے کہ مذہب و اخلاق کے موازنہ اور "مذاہب" کے "اوہام و تخیلات" مین امتداد زمانہ کے اس سکون و قرار کے بعد خود اون کے دل و دماغ پر کیسے اثرات طاری ہین، افسوس ہو کہ فہرست مضامین منسلک نہین ہی،

خواب و خیال

ازجناب مجنون گورکھپوری بی اے حجم ۲۰۵ صفحے تقطیع چھوٹی کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی، قیمت عہ پتہ:- منیجر صاحب ایوان اشاعت گورکھپور،

یہ جناب مجنون کے افسانون کا مجموعہ ہے، مجنون اُن افسانہ نگارون مین ہین جو اپنے سامنے کوئی ایک مقصد رکھتے ہین، اور وہی اون کے تمام افسانون کا جزو مشترک ہوتا ہے، وہ اپنے افسانون مین محبت کو ہمیشہ عورت کی جانب سے پیش کرتے ہین، اور اس سلسلہ مین معاشرتی رسم و رواج اور اصول اخلاق سے کسی قدر بے اعتدالی کے ساتھ بے پروا ہو کر جذبات "و توقعات" کی ترجمانی کرتے ہین، اور اس لئے اگرچہ مختلف افسانے جدا جدا پلاٹون اور نئی نئی رنگ آمیزیون سے لکھے گئے ہین، لیکن سب کا مآل اور سب کے نتائج یکسان ہین اور معلوم ہوتا ہے، کہ ایک ہی ہیروین روپ بدل بدل کر سامنے آتی ہے، محبت کے داغ اوٹھاتی ہے، درد بھری کہانی سناتی ہی، [illegible] مین اپنی بربادی کا عبرتناک منظر پیش کرتی ہے، مجموعہ کی ابتدا، "ایک انتساب" و "بھولی تم" کے خطاب سے ہوتی [illegible] عہد [illegible] عقیدت کی بو آگئی ہے، اور پھر "ناچار مسلمان شو" کے عنوان سے خود لکھا اور اپنے افسانون پر کچھ [illegible] [illegible] پرچار کرنا، بلکہ [illegible] [illegible] ساعت کی وہ تحریر بھی شامل کیجاتی، جو مجنون کے افسانون پر چند ماہ گذرے بطور نقد شایع ہوئی تھی،

نرالی اردو

ازجناب ایم اے مغنی دہلوی بی اے حجم ۱۲۸ صفحے، تقطیع چھوٹی لکھائی اور چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ قیمت ۸/ پتہ:- منیجر صاحب دفتر نرالی دنیا کوچہ لکھنی رائے دریا گنج دہلی،

جناب ایم اے مغنی دہلوی بی اے نے "نرالی اردو" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہی، جس مین دہلی کے بازارون کی مقامی بول چال کو تحریری شکل مین لائے ہین، یہ دہلی کے اون غیر تعلیم یافتہ مسلمانون یا دیہی مزدورون کی زبان ہے، جو بازارون اور کارخانون وغیرہ مین کام کرتے ہین، رسالہ کی ابتدا مین جناب خواجہ

حسن نظامی صاحب اور جناب آصف علی بیرسٹر کی رائین رسالہ کے متعلق ثبت ہین، خواجہ صاحب نے اس رسالہ کو اس شخص کیلیے سودمند بتایا ہو جو زبان کے آیندہ تغیرات اور تبدیلیون پر قلم اوٹھائے گا، اور جناب آصف علی صاحب نے اس زبان کو "گوگنی" آبادی کی زبان سے تشبیہ دیا ہے، پھر اصل رسالہ شروع ہوتا ہے، جسمین مختلف عنوانون مثلاً [illegible] کی بیل ہم نے تقبیرا چوائی" اور "شمو خان کی بلی قبوتر کھا گئی" وغیرہ مین دو دو تین تین صفحون کے مضامین ہین اور پھر رسالہ کے آخر مین اردو کے مختلف اہلِ قلم کی رائین درج کیگئی ہین، اس مین شبہہ نہین کہ مرتب کی یہ دلچسپ جدت طرازی ہے لیکن یہ شبہہ ہوتا ہے کہ ابھی اردو رسالون کو آئے دن کی "گلابی اردو" کی تحریرون سے نجات نہین ملی ہے، اب کہین اون مین اس "نرالی اردو" کی ہوا نہ چل جائے اگر مرتب دیباچہ مین اصل اردو اور اس "نرالی اردو" کے چند چند جملون کو کنے سامنے رکھ کر دونون مین فرق دکھا دیتے اور دونون کے لب و لہجہ طریقِ ادا اور جملون کی نشست کے فرق کی طرف اشارات کر دیتے تو مناسب ہوتا،

اردو گلستان از مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب سابق مالک و اڈیٹر الخلیل، ۲۱۶ صفحے تقطیع چھوٹی [illegible]

چھپائی اور کاغذ [illegible] قیمت [illegible] پتہ [illegible] محض "للان وتال" [illegible]

اردو گلستان [illegible]

[illegible] جناب جد [illegible]

[illegible] معلوم اور بعض غیر معلوم اشخاص "نثر کا نثر اور نظم کا نظم" مین کر چکے ہین، لیکن مولوی خلیل الرحمن [illegible] نے اب سے موجودہ سلیس اردو مین منتقل کیا ہے، اور یہ ترجمہ بھی نثر کا نثر اور نظم کا نظم مین ہے، یہ بھی کوشش کی ہے، کہ گلستان کے ضرب الامثال فقرون کو حتی الامکان ایسے اسلوب مین ادا کرین، جو اردو کے ضرب الامثال کی ترکیبون کے مماثل ہون، ہم نے اس ترجمہ کو جا بجا سے دیکھا، اگرچہ کہین کہین لفظی ترجمہ معلوم نہین ہوتا ہے، لیکن ترجمہ نہایت صاف سلیس رواں اور حتی الامکان لفظی کیا گیا ہے، ابتدا مین ایک مقدمہ ہے، جسمین گلستان کے مختلف ترجمون اور شیخ سعدی کا مختصر تعارف ہی،

"س"

جلد سی ام ۳۰ | ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۵۱ھ، مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء | عدد ۴

مضامین